عمران سیریز

# حماقت کا جال

(مکمل ناول)

---

## پیش رس

عمران صاحب اپنی زندگی کی بیسویں منزل میں قدم رکھ رہے ہیں! اور اس بار حماقت کا جال لے کر آئے ہیں!.... شروع سے اب تک آپ کو صرف ایک ہی احمق سے سابقہ پڑتا رہا ہے لیکن اس بار آپ احمقوں کی انجمن سے روشناس ہوں گے۔ جس کے صدر صاحب خر نشین تھے! یعنی ہر وقت گدھے پر سوار رہا کرتے تھے! سر راہ شریف آدمیوں کے کان کھینچے جاتے تھے۔ لیکن ان کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی تھی! بس شاہوں پر کھڑے ہوئے سنجیدہ صورت بوڑھوں کے سروں پر چپتیں پڑتیں۔ لیکن وہ مڑ کر دیکھنا بھی گوارانہ کرتے!

ایک خطرناک ہنگامہ آپ کی نظروں سے گزرے گا.... اور آپ یہی محسوس کریں گے کہ یہ احمقوں کے تاجدار عمران کا آخری وقت ہے.... مگر اس طرح مرجانے والے "عمران" نہیں کہلاتے۔

ایک دیو قامت آدمی اس پر بڑی بڑی چٹانیں پھینکتا ہے!

واضح رہے کہ اس کہانی کی ایک کردار مسز نعمانی کا سارجنٹ نعمانی سے کوئی تعلق نہیں!

جی ہاں! اب میں اچھا ہوں.... اور ان تمام دوستوں کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے خیریت دریافت کرنے کے لئے بے شمار خطوط لکھے۔

ابن صفی

۱۵ر جون ۱۹۵۹ء

◆

چار بجے روشی آفس سے نکلی اور بس اسٹاپ تک پہنچنے کے لئے اسے کچھ دور تک پیدل چلنا پڑا۔ بس اسٹاپ کی بھیڑ کوئی نئی چیز نہیں تھی۔ روز ہی گھر پہنچنے کے لئے اسے تقریباً آدھے گھنٹے تک وہاں کھڑے رہنا پڑتا تھا۔

آج کل وہ محکمہ خارجہ میں ٹائپسٹ تھی۔ عمران ہی نے اسے یہ جگہ دلوائی تھی اور اس کا قیام بھی عمران ہی کے فلیٹ میں تھا۔ لیکن عمران شاذ و نادر ہی اس فلیٹ میں نظر آتا۔

کچھ دنوں سے اس نے اپنی نیم پلیٹ بھی وہاں سے ہٹوا دی تھی۔ اس کی وجہ عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ ویسے روشی کا خیال تھا کہ عمران اس سے دور بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے۔

وجہ کچھ بھی رہی ہو لیکن روشی کو وہیں قیام رکھنا پڑا تھا۔ شہر میں آج کل کرائے کے مکان مشکل ہی سے ملتے تھے اور کسی ہوٹل میں قیام ناممکن تھا کیونکہ اسے جو تنخواہ ملتی تھی وہ اتنی زیادہ نہیں تھی کہ ہوٹل کے اخراجات برداشت کئے جا سکتے۔ یہ اور بات ہے کہ اگر وہ اپنی آمدنی بڑھانا چاہتی تو آسانی سے ایسا کر سکتی تھی۔ مگر اب وہ اپنی سطح سے گرنا نہیں چاہتی تھی۔ اسے اب اپنے پچھلے طرزِ زندگی سے دلچسپی باقی نہیں رہی تھی ورنہ کوئی چھوٹا موٹا آفیسر ہی اسے اپنی کار میں گھر پہنچا دیا کرتا اور اسے بس اسٹاپوں پر دھکے نہ کھانے پڑتے۔ لیکن اب وہ اتنی ذرا سی بات کے لئے اپنے نسوانی وقار کو ٹھیس نہیں لگانا چاہتی تھی۔

وہ بس سٹاپ پر آکر رک گئی۔ حسب دستور بھیڑ بہت زیادہ تھی۔ بسیں بھری ہوئی آتیں اور اسٹاپ پر رکے بغیر آگے بڑھ جاتیں۔ اگر کوئی دو چار آدمیوں کو اتارنے کے لئے رکتی بھی تو کنڈیکٹر نیچے سے آگے بڑھنے والے کو ہاتھ اٹھا کر روک دیتا۔

روشی انتظار کرتی رہی.... اس کے چاروں طرف آدمی ہی آدمی تھے جن کے چہروں پر اکتاہٹ اور بیزاری چیخ چیخ کر بسوں کے انتظام کو کوس رہی تھی۔

دفعتاً وہ اپنے پیچھے کسی کی بڑبڑاہٹ سن کر مڑی اور بڑبڑانے والا جھینپے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔ پھر یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔

روشی کو محسوس ہوا جیسے وہ اپنے چہرے کو بارعب اور پُر وقار بنانے کی کوشش کر رہا ہو۔ یہ ایک معمر آدمی تھا۔ جس کے جسم پر اعلیٰ درجہ کا ایوننگ سوٹ تھا اور گلے میں اسی سے میچ کرتی ہوئی ٹائی۔ وہ معمولی حیثیت کا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا کیونکہ اس کی انگلیوں میں بیش قیمت نگینوں والی انگشتریاں بھی تھیں.... روشی نے اسے نیچے سے اوپر تک دیکھا اور اس کی طرف سے توجہ ہٹانے والی تھی کہ وہ پھر کچھ بڑبڑایا اور روشی سے نظر ملتے ہی پھر پہلے ہی کے بے انداز میں ہنس دیا۔

روشی جھنجھلا گئی۔ وہ ایسے آدمیوں کو سبق دینا بھی جانتی تھی جو دوسروں سے متعارف ہونے کے لئے بے تکی حرکتیں کرتے ہیں اور پھر دوسروں کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کے بعد کسی نہ کسی طرح جان پہچان پیدا ہی کر لیتے ہیں۔ روشی ایک قدم پیچھے ہٹ کر اس کے برابر پہنچ گئی۔

”ہاں.... اب فرمائیے.... کیا مقصد ہے....!“ اس نے بوڑھے کی طرف دیکھے بغیر آہستہ سے کہا۔

”معاف فرمائیے گا....“ بوڑھا پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا۔ ”مجھے انتہائی شرمندگی ہے۔ مجھے شرم آرہی تھی۔!“

”شرم آنی ہی چاہئے.... کیا آپ کبھی آئینے میں اپنی شکل دیکھنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں۔!“

”محترمہ مجھے معاف فرمائیے.... آپ غلط سمجھی ہیں۔ کوئی صاحب بار بار میرے سر پر چپت مار رہے ہیں۔ میں پیچھے مڑ کر دیکھنا نہیں چاہتا۔ پتہ نہیں لوگ کیا سمجھیں گے۔!“

دفعتاً قریب کے کچھ لوگ ہنسنے لگے۔ روشی سمجھی شاید ان کی گفتگو سن لی گئی ہو۔ اس لئے اس پر بھی بدحواسی طاری ہو گئی۔ اس نے کنکھیوں سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر سچ مچ بوڑھے کے بیان کی تصدیق ہو گئی۔ پیچھے کھڑے ہوئے آدمیوں میں سے ایک کا ہاتھ بوڑھے کے سر کی طرف بڑھ

رہا تھا۔ چپت پڑی اور لوگ پھر ہنسنے لگے۔ چپت کھانے والا بوڑھا بُرے بُرے سے منہ بناتا رہا۔ لیکن وہ اب بھی چپت مارنے والے کی طرف نہیں مڑا۔

"خدا غارت کرے۔!" اس نے آہستہ سے کہا۔ "پتہ نہیں یہ کون بدتمیز ہے۔!"

روشی نے مڑ کر چپت مارنے والے کو دیکھا۔ یہ بھی ایک معمر آدمی تھا۔ ذی حیثیت اور ذی علم معلوم ہوتا تھا۔ روشی کو اس کی اس حرکت پر بڑی حیرت ہوئی اور ساتھ ہی وہ چپت کھانے والے کو بھی حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ کوئی اور ہوتا تو اس وقت خون کی ندیاں بہہ گئی ہوتیں۔ مگر یہ بوڑھا.... شاید وہ سوچ رہا تھا کہ مڑ کر دیکھنے میں اس کی اور زیادہ بے عزتی ہو گی۔ کتنا بھولا اور شریف آدمی ہے۔ روشی نے سوچا اور اسے چپت مارنے والے پر غصہ آگیا۔

"میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔!" روشی نے آہستہ سے کہا۔

"مگر....!" وہ ہنس کر بولا۔ "مجھے غصہ نہیں آسکتا۔ احمقوں کو کبھی غصہ نہیں آتا۔!"

"کیا مطلب....!" روشی نے حیرت سے کہا۔

"انجمن کا ممبر بننے سے پہلے ہمیں عہد کرنا پڑتا ہے کہ کبھی غصہ نہ آنے دیں گے۔!"

"کیسی انجمن....!"

"احمقوں کی انجمن....!" بوڑھے نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔

روشی ہنسنے لگی.... وہ سمجھی شاید وہ کریک ہے اور چپت مارنے والا اس کا کوئی شناسا ہی ہو سکتا ہے۔

"خدا کی پناہ....!" اس نے پھر بُرا سا منہ بنایا۔ روشی نے اس کے سر پر پڑنے والے ہاتھ کی جھلک دیکھی تھی۔ لوگ پھر ہنسنے لگے۔ روشی کو اس پر غصہ آگیا مگر وہ کر ہی کیا سکتی تھی۔ جب چپت کھانے والا ہی صبر کر رہا تھا تو اسے کیا پڑی تھی کہ خواہ مخواہ دخل دے کر اپنی بھی ہنسی اڑواتی۔

مگر اس نے اتنا ضرور کہا۔ "کیا آپ یہاں سے ہٹ کر کہیں اور نہیں کھڑے ہو سکتے۔!"

"نہیں.... ہنسنے والے اور زیادہ ہنسیں گے۔!" اس نے بے بسی سے کہا۔

روشی کو اس پر رحم آگیا۔

"آیئے....!" اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کو زبردستی یہاں سے ہٹا دوں گی۔!"

وہ روشی کے ساتھ چلنے لگا۔ لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بُری طرح جھینپ رہا ہو۔ روشی نے اس کا ہاتھ پکڑے ہی ہوئے سڑک پار کی اور ایک ریسٹوران میں گھستی چلی گئی۔

"دیکھئے....!" اس نے ایک میز کے قریب پہنچ کر کہا۔ "آپ کے اس طرح چلے آنے پر میں نے ایک بھی قہقہہ نہیں سنا۔!"

"ہاں خلاف توقع....!" بوڑھے نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "مگر ممکن ہے.... وہ آپ کی وجہ سے ہنسنے کی ہمت نہ کر سکے ہوں۔!"

"ہمارے ملک کے لوگ اب بھی سفید فاموں سے ڈرتے ہیں۔!"

"مجھے اپنی انجمن کے متعلق کچھ بتایئے۔!"

"میں بھی ابھی حال ہی میں ممبر بنا ہوں۔ ویسے گھر پر انجمن کا کافی لٹریچر موجود ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہیں تو اپنا پتہ لکھوا دیجئے۔ میں بذریعہ ڈاک روانہ کر دوں گا۔!"

"پھر بھی کچھ نہ کچھ تو زبانی ہی بتایئے۔!"

"ہم احمق ہیں۔!"

"چلئے مان لیا.... احمق نہ ہوتے تو انجمن کا قیام کیسے عمل میں آتا۔!" روشی شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"ٹھہریئے....!" بوڑھا ہاتھ اٹھا کر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ بھی انجمن کا کوئی پرانا ممبر ہی ہو سکتا ہے۔!"

"کون....؟"

"وہی جو میرے سر پر چپتیں مار رہا تھا۔!"

"کیوں....؟" روشی نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"ممکن ہے.... وہ میرا امتحان لے رہا ہو۔ اکثر پرانے ممبر نئے ممبروں کو غصہ دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔!"

"بڑی عجیب بات ہے کہ وہ اس طرح نئے ممبروں کو سربازار ذلیل کرتے ہیں۔!"

"دیکھئے.... آپ کا کسی پرانے ممبر سے سابقہ نہیں پڑا.... یہ عزت اور ذلت دونوں سے بے نیاز اور لاپرواہ ہوتے ہیں۔ یہ دونوں ان کی نظروں میں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔!"

"کیوں....؟"

"بس انجمن کا یہی تو مقصد ہے۔!"

"بڑی عجیب انجمن ہے۔!" روشی کی دلچسپی بڑھنے لگی۔

"ہم لوگوں کا خیال ہے کہ عقل مندی ہی انسانیت کے لئے وبال بن گئی ہے۔!"

"وہ کیسے....؟" روشی نے پوچھا اور ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی کے لئے کہا۔ پھر بوڑھے کی طرف متوجہ ہو گئی۔ بوڑھا کہہ رہا تھا۔ "ایٹم اور ہائیڈروجن بم احمقوں کی ایجاد نہیں ہیں۔!"

"اوہ....!" روشی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.... اور اب اسے محسوس ہوا کہ وہ کسی کریک آدمی سے گفتگو نہیں کر رہی ہے۔

وہ جلدی جلدی پلکیں جھپکاتی ہوئی بولی۔ "یہ فلسفیوں کی انجمن ہے۔!"

"ہرگز نہیں.... فلسفی ہی تو آدمیوں کو عقلمند بناتے ہیں۔!" بوڑھے نے سنجیدگی سے کہا۔ "انجمن کے اغراض و مقاصد میں یہ بھی شامل ہے کہ فلسفے کی کتابیں خرید خرید کر نذر آتش کی جائیں۔!"

"واہ یہ بھی عجیب ہے۔ کیا ایسا کرنے سے فلسفہ فنا ہو جائے گا۔!"

"ہم احمق ہی ٹھہرے.... ان باتوں پر غور کرنے لگیں تو عقل مند نہ کہلائیں۔!"

"حالانکہ آپ نے ابھی تک ایک بات بھی بے وقوفی کی نہیں کی۔!" روشی مسکرائی۔

"بہت زیادہ عقل مندوں کو اکثر حماقتوں میں بھی گہرائیاں نظر آجاتی ہیں۔!"

"آپ مجھے قطعی احمق نہیں معلوم ہوتے۔!"

"جو کچھ نظر آتا ہے اس کا اکثر حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔!"

"آپ فلسفی ہیں.... مجھے یقین ہے۔!"

"کاش آپ فلسفی کہنے کی بجائے مجھے گندی گندی گالیاں دیتیں۔!"

"اوہو تو.... فلسفی کہنا.... گالی سے بھی بدتر ہے۔!"

"یقیناً.... ہم احمقوں کے لئے گالی سے بھی بدتر ہے۔!"

"کیا اس انجمن کا کوئی مرکز بھی ہے۔!"

"جی ہاں.... کیا آپ میرے ساتھ وہاں چلنا پسند کریں گی۔ ہم ہر شام وہاں اکٹھے ہوئے ہیں اور ہم سے طرح طرح کی حماقتیں سرزد ہوتی ہیں۔!"

روشی کو اپنا احمق عمران یاد آگیا۔ وہ سوچنے لگی کہ اگر اس میں ذرہ برابر بھی سچائی ہوئی تو عمران

کے لئے یہ انجمن بڑی پرکشش ثابت ہوگی۔

"میں ضرور چلوں گی....؟" روشی نے کہا۔ "مجھے اب تک علم نہیں تھا کہ اس شہر میں کوئی اتنی دلچسپ انجمن بھی ہے۔!"

"روز بروز ہمارے ممبر بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ شہر کے بہتیرے عقل مند بھی احمق بن گئے ہیں۔!"

"بہت خوب....!"

اتنے میں کافی آگئی.... روشی نے اس کے لئے کافی انڈیلی لیکن اس نے پیالی میں شکر نہیں ڈالنے دی تھی۔ جب وہ پیالی میں دودھ ڈال چکی تو بوڑھے نے دو چمچے نمک کے اس میں ڈالے اور اسے حل کرنے لگا۔ روشی حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ وہ سمجھی شاید اس سے غلطی ہوئی ہے۔ کیونکہ نمک کے ذرات بھی شکر ہی کی طرح شفاف تھے اور ان دونوں کی پیالیوں کی بناوٹ میں کوئی فرق نہیں تھا۔ نمک کی پیالی پہلے ہی میز پر موجود تھی اور شکر کی پیالی کافی کے ساتھ آئی تھی۔ بے خیالی میں دھوکا ہو سکتا تھا۔

لیکن روشی نے اسے ٹوکا نہیں.... وہ دراصل اس چویشن سے لطف اندوز ہونا چاہتی تھی جب وہ کافی کا گھونٹ لے کر برا سا منہ بناتا۔

اس نے گھونٹ لے کر برا سا منہ بنایا لیکن اسے حلق سے اتار گیا۔ یہ اور بات ہے کہ تھوڑی دیر تک سینے پر مالش کرنی پڑی ہو۔

"آپ نے شاید غلطی سے نمک ملا لیا ہے۔!" روشی ہنس کر بولی۔

"نہیں دیدہ دانستہ ملایا ہے۔ محض اس ملاقات کو یادگار بنانے کے لئے۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"آپ میری محسن ہیں.... اسلئے میں آپ کو بھلانا نہیں چاہتا۔ اگر آپ اس وقت مجھے اپنے ساتھ نہ لاتیں تو پتہ نہیں کتنی دیر تک میری درگت بنتی رہتی اور میں ہنستا اس وقت جب مجھے [illegible]۔"

"لیکن یاد رکھنے اور نمک کی کافی پینے میں کیا تعلق ہے۔!"

"بس یہ نمک کی کافی مجھے ہمیشہ یاد رہے گی اور میں آپ کو بھلا نہ سکوں گا۔" اس نے بڑی معصومیت سے کہا اور روشی بے ساختہ ہنس پڑی۔

وہ کافی کے گھونٹ لے لے کر منہ بناتا اور سینے کی مالش کرتا رہا۔ روشی ہنستی رہی لیکن اس

آدمی کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔

"آج ہمارے یہاں ایک بہت بڑے احمق کی تقریر بھی ہوگی۔!" بوڑھے نے کافی ختم کرکے رومال سے ہونٹ خشک کرتے ہوئے کہا۔

"آپ میرا اشتیاق بڑھا رہے ہیں۔!" روشی نے کہا۔

"میں صرف حقیقت عرض کر رہا ہوں۔!"

کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھے رہے پھر اٹھ گئے۔ بس اسٹاپ پر اب بھیڑ نہیں تھی۔ جلد ہی انہیں بس مل گئی۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد بوڑھا آٹھویں سڑک پر اترا.... اور روشی نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

سڑک سے وہ ایک گلی میں مڑ کر کچھ دور چلتے رہنے کے بعد ایک عمارت کے سامنے رک گئے۔ جس پر "دارالحمق" کا بورڈ آویزاں تھا۔

ایک دربان نے ان کا استقبال کیا اور وہ عمارت میں داخل ہوگئے۔ یہ ایک طویل اور کشادہ راہداری تھی۔

دفعتاً ایک گونجیلی آواز سنائی دی۔ "ہالٹ! ہو کمس دیئر.... (ٹھہرو ادھر کون آتا ہے)۔!"

"فرینڈز....!" بوڑھے نے چیخ کر جواب دیا اور روشی کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔ سامنے ہی ایک سنجیدہ صورت آدمی فوجی وردی میں گدھے پر سوار نظر آیا۔ اس کے ہاتھوں میں لکڑی کی ایک بندوق تھی۔

"پاس ورڈ پلیز....!" اس نے ان دونوں سے اس وقت کہا جب وہ اس کے قریب پہنچ گئے۔

"جھاپک....!" بوڑھے نے کہا اور آگے بڑھ جانا چاہا۔ لیکن وہ آدمی گدھے سے کود کر راہ میں حائل ہوتا ہوا بولا۔ "آپ اندر نہیں جاسکتے۔!"

"جا تو رہے ہیں۔!" بوڑھے نے لاپروائی سے کہا۔

"جا رہے ہیں....!" گدھے سوار نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں....!"

"اچھا تو جائیے.... مگر آج کا پاسورڈ جھاپک نہیں ہے۔!"

"تو پھر جہنم ہوگا۔!"

"دونوں کو ملا کر کہیے۔!"

"جھاپک جہنم....!"

"ہاں.... یہی ہے آج کا پاسورڈ اب آپ جاسکتے ہیں۔ میرے گدھے کو کوئی اعتراض نہیں۔!"

"اوہ.... معاف کیجئے گا۔!" بوڑھا مغموم آواز میں بولا۔ "میں آپ کے گدھے کو سلام کرنا بھول گیا تھا۔!"

پھر اس نے جھک کر بڑے ادب سے گدھے کو سلام کیا اور گدھے سوار سے مصافحہ کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

روشی بھی آگے بڑھی۔ اس نے اس میں ایک بار بھی ان دونوں کے چہروں پر غیر سنجیدگی کے آثار نہیں پائے تھے۔

راہداری سے گزر کر وہ ہال میں پہنچے۔ یہاں روشی کو متعدد مرد اور عورتیں نظر آئیں۔ ان سے بھی کوئی حماقت ہی سرزد ہو رہی تھی۔ روشی ہنستی رہی اور وہ لوگ اسے اس طرح گھور رہے تھے جیسے خود اسی سے کوئی حماقت سرزد ہو رہی ہو۔

ہال بہت بڑا تھا اور یہاں کچھ اس ڈھنگ سے میزیں اور کرسیاں لگائی گئی تھیں۔ جیسے وہ کوئی کلب ہو شفاف وردیوں والے کچھ ویٹر بھی ہاتھوں پر مشروبات کی کشتیاں اٹھائے ہوئے ادھر ادھر آجا رہے تھے۔

روشی کے ساتھی نے ایک میز کی طرف اشارہ کیا اور وہ بیٹھ گئے۔

"دیکھئے۔!" اس نے کہا۔ "آپ انہیں دیکھ کر عقلمندوں کی طرح ہنس رہی ہیں۔ اس سے احتراز کیجئے۔ ورنہ احمقوں کی دل شکنی ہوگی۔!"

روشی نے سنجیدگی اختیار کرلی۔ ان کے قریب ہی والی میز کے گرد تین آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک ویٹر بل لے آیا۔ ایک آدمی نے طشتری میں رکھا ہوا پرچہ اٹھا کر دیکھا اور جیب سے پرس نکال کر اس میں سے نوٹوں کی گڈی نکالی۔

"اوہ..!" اس نے پریشان لہجے میں کہا۔ "میرے پاس تو پانچ کا ایک بھی نوٹ نہیں ہے.. پھر!"

اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا۔ لیکن ان کے چہروں پر بھی تشویش کے آثار نظر آتے رہے۔

پھر دفعتاً ایک آدمی نے دس کا ایک نوٹ گڈی سے نکال کر اسے بیچ سے پھاڑ دیا اور ایک ٹکڑا طشتری میں رکھتا ہوا بولا۔ “دس کے نصف پانچ ہوئے.... اور یہ تمہاری ٹپ....!”

اس نے دوسرے ٹکڑے سے ایک باریک سی دھجی نکال کر طشتری میں ڈال دی۔ ویٹر سلام کر کے برتن سمیٹ لے گیا۔

پھر روشی نے ایک عورت کو دیکھا جو الٹے جوتے پہننے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ تھوڑی دیر جھک مارتی رہی پھر دونوں جوتے اٹھا کر میز پر رکھ دیئے۔

“سکڑ گئے ہوں گے۔!” ساتھی انتہائی سنجیدگی سے بولا۔ “موسم بھی تو کتنا واہیات جا رہا ہے۔!”

“پھر کیا میں یہاں سے ننگے پیر جاؤں گی۔!” عورت روہانسی ہو کر بولی۔

“نہیں.... ٹھہرو میں کوشش کرتا ہوں۔!” مرد نے کہا اور فرش پر بیٹھ کر اسے جوتا پہنانے لگا۔

روشی نے دیکھا کہ وہ بھی الٹا ہی جوتا ٹھونسنے کی کوشش کر رہا تھا۔

“تمہارے پیر ہی بے ڈھنگے ہیں۔!” آخر اس نے تھک ہار کر کہا۔

“کچھ دیر پہلے تو نہیں تھے۔!” عورت بولی۔ “کچھ نہیں یہاں اس شہر میں بڑا فراڈ ہو رہا ہے۔ پتہ نہیں کس قسم کے چمڑے کے جوتے بنائے جا رہے ہیں جو پیروں سے اترتے ہی سکڑ جاتے ہیں۔!”

روشی کا دل چاہا کہ وہ ان کی گفتگو میں دخل دے بیٹھے۔ لیکن پھر وہ خاموش ہی رہ گئی۔ احمقوں کے درمیان عقل مندی کا مظاہرہ بھی اس کی دانست میں حماقت ہی ہوتا۔

اس کا ساتھی خاموش بیٹھا تھا اور اس کی توجہ کسی کی طرف بھی نہیں تھی۔ دفعتاً روشی کو صدر دروازے میں ایک آدمی دکھائی دیا اور وہ اپنے ساتھی کی طرف جھک کر بولی۔ “دیکھئے.... یہی صاحب تھے جنہوں نے بس اسٹاپ پر آپ کے چپتیں رسید کی تھیں۔!”

“اوہ.... شاکر صاحب.... یہ تو بہت پرانے ممبر ہیں۔!” بوڑھا مسکرا کر بولا۔ “میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ کلب کا کوئی پرانا ممبر ہی ہوگا۔!”

“کیا آپ کو اب بھی ان پر غصہ نہیں آیا....؟”

“جی نہیں قطعی نہیں.... میں آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ غصہ صرف عقلمندوں کو آتا ہے۔ پہلے میں بھی عقل مند تھا۔ مگر اب آہستہ آہستہ بے وقوف ہوتا جا رہا ہوں۔!”

“مگر.... مقصد ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔!”

“مقصد آہستہ آہستہ سمجھ میں آتا ہے۔ ویسے ہمارا تو یہی خیال ہے کہ ہم کوئی خاص مقصد نہیں رکھتے۔ مقاصد کے چکر میں بھی صرف عقلمند ہی پڑتے ہیں۔!”

دفعتاً اس عورت نے جھلا کر اپنے دونوں جوتے ایک طرف اچھال دیئے۔ ان میں سے ایک تو کسی کی پلیٹ میں گرا اور دوسرا ایک شریف آدمی کے سر پر۔

مگر خلاف توقع ہال کی فضا پر سکون ہی رہی۔ قہقہے سکون ہی کی تو علامت ہوتے ہیں۔ وہ لوگ بے تحاشا ہنس رہے تھے۔ ان میں وہ دونوں بھی شامل تھے جن کی جوتوں نے کسی نہ کسی طرح تواضع کی تھی۔

روشی کا ساتھی بھی ہنس رہا تھا۔ مگر روشی خاموش تھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ لوگ ہیں کیسے؟ اگر یہی واقعہ کسی دوسری جگہ ظہور پذیر ہوا ہوتا تو وہاں خون کی ندیاں بہہ گئی ہوتیں۔

“آپ کو ہنسی نہیں آئی۔!” اس کے ساتھی نے حیرت سے کہا۔

“میں صرف متحیر ہوں....!”

“آپ عقل مند ہیں نا.... عقل مندوں کو ہنسی کی باتوں پر غصہ آتا ہے اور غصہ دلانے والی باتوں پر وہ قہقہے لگاتے ہیں۔ ہم میں اور آپ میں بڑا فرق ہے۔!”

“میرا خیال ہے کہ اگر میں یہاں کچھ دیر اور ٹھہری تو پاگل ہو جاؤں گی۔!”

“پہلے پہل میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا۔ مگر اب یہاں قدم رکھتے ہی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے جنت میں آگیا ہوں۔!”

“احمقوں کی جنت....!” روشی مسکرائی۔

“حقیقتاً یہ ہماری جنت ہے۔!” ساتھی نے جواب دیا۔

اچانک روشی نے ان سبھوں کو کھڑے ہوتے دیکھا۔ اس کا ساتھی بھی کھڑا ہو گیا۔ مجبوراً روشی کو بھی اٹھنا پڑا اور پھر اسے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ وہ لوگ اس گدھے سوار کے لئے احتراماً اٹھے تھے جو اسے دروازے پر ملا تھا۔

“تشریف.... رکھئے.... تشریف رکھئے۔ وہ ہاتھ ہلا ہلا کر کہتا رہا۔ اس کا گدھا میزوں کے درمیان سے گزرتا ہوا کاؤنٹر کی طرف جا رہا تھا۔!”

وہ سب بیٹھ گئے.... روشی گدھے سوار کو توجہ اور دلچسپی سے دیکھتی رہی۔ وہ کاؤنٹر کے

قریب جاکر رک گیا اور بارٹنڈر نے کسی قسم کے مشروب کا ایک گلاس اسے پیش کیا۔ وہ گدھے پر بیٹھے بیٹھے ہی اسے پینے لگا۔

ایک ویٹر اس کے گدھے کو بسکٹ کھلا رہا تھا۔

"یہ کون صاحب ہیں....!" روشی نے بوڑھے سے پوچھا۔

"ہماری انجمن کے صدر...!"

"روشی بے اختیار ہنس پڑی....!" پھر بولی۔ "کیا یہ سارا وقت گدھے کی پشت پر گزارتے ہیں۔!"

"جی ہاں.... مگر یہ محض امتیازی حیثیت برقرار رکھنے کے لئے ہوتا ہے۔ صدر اور عام ممبروں میں کچھ فرق تو ہونا ہی چاہئے۔!"

روشی پھر ہنس پڑی اور دیر تک ہنستی رہی۔ بوڑھے نے کہا۔ "یہ بات آپ کو مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے۔!"

"نہیں.... میں تو مسرت کا اظہار کر رہی تھی۔ تو یہ نیچے اترتے ہی نہیں۔!"

"نہیں.... یہاں سے جاتے وقت وہ گدھے سے اتر آتے ہیں۔ گدھا یہیں رہتا ہے۔!"

گدھا پھر میزوں کی طرف مڑا.... جناب صدر گلاس ختم کر چکے تھے اور اب ان کے ہونٹوں میں ایک سگریٹ دبا ہوا تھا۔

"حضرات....!" انہوں نے میزوں کے درمیان گدھا روک کر کہا۔

"احمق برادری کا ایک رکن دیوالہ ہو گیا ہے۔ اس کیلئے فوری طور پر دس ہزار کی ضرورت ہے۔!"

اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔ روشی نے دیکھا کہ لوگوں کی جیبوں سے پرس نکلنے لگے ہیں۔

کچھ اپنی چیک بکوں کے اوراق الٹ رہے تھے۔

ایک ویٹر گدھے کے قریب ایک خالی کشتی لئے کھڑا تھا۔

دیکھتے ہی کشتی میں نوٹوں اور چیکوں کے لئے ڈھیر لگ گئے۔

روشی کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔ دوسری طرف ویٹر جناب صدر کے حکم سے کشتی میں آئی ہوئی رقومات کا شمار کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے آہستہ سے کچھ کہا جسے سننے کے لئے جناب صدر جھکے اور پھر سیدھے ہوتے ہوئے انہوں نے بلند آواز میں کہا۔ "خواتین حضرات یہ پندرہ ہزار ہیں۔ خیر پانچ ہزار انجمن کے خزانے میں داخل کر دیئے جائیں گے۔!"

روشی نے محسوس کیا جیسے ان لوگوں نے اس کا نوٹس ہی نہ لیا ہو۔ اب وہ پہلے ہی کی طرح تفریحات میں مشغول ہو گئے تھے۔

"مجھے بڑی حیرت ہے....!" روشی نے آہستہ سے دہرایا۔

"کس بات پر....!"

"اتنی ذرا سی دیر میں پندرہ ہزار اکٹھے ہو گئے اور کسی نے یہ بھی نہ پوچھا کہ کلب کا دیوالہ ممبر کون ہے جس کے لئے اتنی بڑی رقم درکار ہے۔ پانچ ہزار زیادہ آگئے تو انجمن کے خزانے میں داخل کئے جا رہے ہیں۔ لیکن میں کسی کے چہرے پر بھی احتجاج کے آثار نہیں دیکھتی۔!"

بوڑھا ہنسنے لگا۔ پھر کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ "آپ عقل مند ہیں اس لئے آپ کو اس پر حیرت ہے۔ ہم احمق اتنی عقل کہاں سے لائیں۔ ہم تو اتنا جانتے ہیں۔ ہماری برادری کے ایک فرد پر مصیبت پڑی ہے۔ اس لئے ہمیں اس کی مدد کرنی چاہئے۔ جناب صدر کا خیال ہے کہ بقیہ پانچ ہزار انجمن کے فنڈ میں جمع کر دیئے جائیں۔ لہٰذا ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ وہ صدر ہیں اس لئے ہم سے زیادہ احمق ہوں گے۔ وہ کبھی کوئی غلط کام نہیں کر سکتے۔!"

یہ انجمن روشی کے لئے دنیا کا آٹھواں عجوبہ ثابت ہو رہی تھی۔

بوڑھے نے کہا۔ "یہاں اکثر عقل مند لوگ آتے ہیں۔ لیکن کچھ دنوں بعد وہ ہم سے استدعا کرتے ہیں کہ ہمیں بھی بیوقوف بنا دو....!"

"میں خود بھی یہی سوچ رہی تھی کہ میں بے وقوف بن سکوں گی یا نہیں۔!"

"دارالحمق" کے دروازے ہر ایک کے لئے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔!"

"کیا میں آسانی سے ممبر بن سکوں گی۔!"

"آسانی سے تو نہیں.... پہلے آپ کو یہاں کچھ دنوں تک بطور مہمان آنا پڑے گا۔ پھر جب آپ ہر پہلو سے انجمن کا جائزہ لے چکیں گی تب....!"

"آخر یہ کیوں....؟" روشی نے بے صبری کا مظاہرہ کر کے اسے جملہ بھی پورا نہ کرنے دیا۔

"تاکہ بعد میں آپ کو اپنے فیصلے پر پچھتانا نہ پڑے۔ ہو سکتا ہے آج آپ ممبر بن جائیں لیکن کل آپ کو افسوس ہو۔!"

"اوہ میں سمجھ گئی۔ یعنی میں جلدی نہ کروں پہلے اچھی طرح انجمن کو سمجھ لوں۔!"

"جی ہاں.... یہی بات ہے۔!"

روشی انواع و اقسام کی حماقتیں دیکھ دیکھ کر محظوظ ہوتی رہی۔ جناب صدر اب بھی گدھے ہی پر براجمان تھے۔ اکثر وہ ایک میز سے دوسری میز کی طرف گدھا ہانک کر لے جاتے اور اس طرح وہ مختلف آدمیوں سے گفتگو کرتے پھر رہے تھے۔!

روشی کچھ دیر بعد بولی۔ "آپ نے کہا تھا کہ کوئی صاحب تقریر بھی کریں گے۔!"

"ہاں.... ہو تو گئی تقریر....!"

"کہاں....؟"

"جناب صدر نے ابھی تقریر ہی کی تھی۔!"

"یہ تقریر تھی۔!" روشی نے حیرت سے کہا۔

"بھئی دیکھئے ہم احمق لوگ بہت زیادہ باتیں نہیں بناتے.... یہ تو عقل مندوں ہی کا کام ہے کہ اگر چندہ بھی مانگنا ہو تو زمین و آسمان کے قلابے ملا کر رکھ دیں۔!"

"میرے خدا.... آپ سب فلسفی ہیں....!" روشی نے کہا۔ "سب فلسفی.... یہ بات آہستہ آہستہ سمجھ میں آتی ہے۔!"

"یک بیک بوڑھا فکر مند نظر آنے لگا۔ روشی نے اس کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کچھ فکر مند سے نظر آنے لگے ہیں۔!"

"ہاں.... میں سوچ رہا ہوں کہ آپ خدانخواستہ ممبر بن گئیں تو ہم سب تباہ ہو جائیں گے۔!"

"کیوں....؟"

"آپ ہمیں سچ مچ فلسفی بنانے کی کوشش شروع کر دیں گی اور ہماری اتنے دنوں کی محنت برباد ہو جائے گی۔!"

"اوہ آپ تو عقل مندوں کے سے انداز میں گفتگو کرنے لگے۔!"

"میں ابھی حال ہی میں ممبر بنا ہوں۔!"

روشی کچھ دیر اور وہاں ٹھہری پھر بوڑھے سے اجازت طلب کر کے اٹھ گئی اور چلتے وقت یونہی شرارتاً اس نے جناب صدر کے گدھے کو جھک کر سلام کیا اور جناب صدر نے ہاتھ اٹھا کر اسے دعا دی۔ "خدا تمہیں خر نشین کرے۔!"

روشی باہر آئی.... یہ انجمن اس کے ذہن پر بری طرح چھا گئی تھی۔ وہ جتنا بھی اس کے متعلق غور کرتی اتنی ہی گہرائیاں اس تنظیم میں نظر آتیں حالانکہ ابھی اسے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا مگر بعض حالات کی بنا پر وہ قیاس تو کر ہی سکتی تھی۔

✲

روشی تقریباً آٹھ بجے فلیٹ میں پہنچی۔ اسے توقع نہیں تھی کہ وہاں احمقوں کے شہنشاہ سے بھی ملاقات ہو سکے گی۔ مگر عمران موجود ملا۔ شاید تین ماہ بعد فلیٹ میں اس کی شکل دکھائی دی تھی۔ روشی نے وینٹی بیگ میز پر ڈال دیا اور کوٹ اتارنے لگی۔

"کیوں تم کہاں تھے۔!" اس نے عمران کو گھورتے ہوئے پوچھا۔ جو سر جھکائے بیٹھا ناخنوں سے میز کا پالش کھرچ رہا تھا۔

"آج سے اٹھائیس سال پہلے ماں کے پیٹ میں تھا۔!" عمران نے سر اٹھا کر کہا۔ "البتہ اس سے پہلے کا ہوش نہیں ہے۔!"

"اگر تم میری وجہ سے یہاں رہنا پسند نہیں کرتے ہو تو میں کہیں اور انتظام کر لوں۔!"

"یہ تو بڑا اچھا خیال ہے۔!" عمران نے آہستہ سے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ "وہیں میرا بھی انتظام کر لینا۔ کیونکہ میں اب سلیمان کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔ یہ کمبخت مجھ سے بھی فراڈ کرنے لگا ہے۔!"

"کیوں.... وہ کیا کرتا.... اس سے زیادہ شریف اور ایماندار ملازم آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔!"

"تم خواہ مخواہ اس کی طرفداری کر کے مجھے غصہ نہ دلاؤ....!" عمران نے غصیلی آواز میں کہا۔ "اس کمبخت کی وجہ سے میری عقل چوپٹ ہو گئی۔!"

"کیوں....!"

"ہزار بار کہا مردود سے کہ مجھے مونگ کی دال نہ کھلایا کر.... لیکن نہیں مانتا۔ عقل چوپٹ کر کے رکھ دی۔ پرسوں.... پتہ نہیں کیا لایا تھا۔ وہ پتلی چپاتیوں کی شکل کا.... مگر وہ چپاتی کی طرح ڈھیلا ڈھالا نہیں تھا اور دانتوں کے نیچے کڑکڑاتا تھا۔ اور جھاڑ.... جھاڑ....!"

"پاپڑ.... جناب....!" سلیمان نے تصحیح [illegible] رہا تھا۔

"پاپڑ کے بچے....!" عمران مٹھیاں بھینچ کر کھڑا ہو گیا۔ "مجھے آج معلوم ہوا کہ وہ مونگ کی دال سے بنائے جاتے ہیں۔!"

"مونگ ہی کے تو اچھے ہوتے ہیں۔!" سلیمان بولا۔

"روشی....!" عمران دھاڑا "اسے ہٹالے جاؤ میرے سامنے سے.... ورنہ میں اس کے خاندان بھر کو قتل کر دوں گا۔!"

"ختم کرو....!" روشی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "کہیں میں بھی یہ برتاؤ تمہارے ساتھ نہ کروں۔!"

"کیا میں نے تمہیں مونگ کے پاپڑ کھلائے ہیں۔!" عمران الٹ پڑا۔

"آپ کچھ بھول رہے ہیں صاحب....!" سلیمان نے کہا۔

"کیا بھول رہا ہوں....!"

"آج آپ کی خاموشی کا دن ہے.... پچھلے پانچ سال سے آپ منگل کے دن خاموش رہتے آئے ہیں۔!"

"اوہ.... ہپ....!" عمران نے ہونٹ پر ہونٹ جما لئے۔

"سنو....!" روشی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "میں آج تم سے زیادہ احمق آدمیوں سے ملکر آرہی ہوں۔!"

اور پھر وہ بیان کر چلی۔ عمران خاموشی سے سنتا رہا۔ لیکن جب وہ اس کے خاموش ہو جانے پر بھی کچھ نہ بولا تو روشی کے جوش و خروش پر پانی پڑ گیا۔ وہ سمجھی تھی کہ شاید عمران اس کے متعلق کچھ اور بھی معلوم کرنا چاہے گا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو....!"

"بلیک زیرو.... سر....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کیا خبر ہے....؟"

"وہ تین آدمی ہیں جناب.... اور ڈپٹی سیکریٹری کی پرسنل اسسٹنٹ مسز نعمانی ان کے ساتھ ہے۔!"

"کیا وہ اب بھی کلب میں ہی موجود ہیں۔!"

"جی نہیں.... اب وہ فگارو کے پندرھویں کیبن میں ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان کے ارادے نیک نہیں ہیں۔!"

"ان پر نظر رکھو.... لیکن تمہارے خیال سے وہ کس چکر میں ہیں۔!"

"انہوں نے مسز نعمانی کو بہت زیادہ پلا دی ہے۔!"

"اوہ.... اچھا تم وہیں ٹھہرو.... میں آرہا ہوں۔ لیکن اگر اس دوران میں وہ اسے کہیں اور لے جانا چاہیں تو تم میرا انتظار نہیں کرو گے۔ سمجھے۔!"

"جی ہاں....!"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

"کیا قصہ ہے....!" روشی نے پوچھا۔

"چند نامعقولوں نے مسز عمران کو بہت زیادہ پلا دی ہے۔!"

"کیا مطلب....!"

"مسز عمران کا مطلب بتاؤں.... یا بہت زیادہ پلا دینے کا....!"

"تم نے شادی کب کی....!"

"بہت زیادہ پلا دینے کے لئے شادی ضروری نہیں ہے۔!"

"میں تمہارے سر پر کرسی پٹخ دوں گی۔!"

عمران کوئی جواب دیئے بغیر فلیٹ سے باہر نکل آیا۔ سڑک کے کنارے اس کی ٹو سیٹر موجود تھی۔ اس نے بڑی پھرتی سے انجن اسٹارٹ کیا اور کار فراٹے بھرنے لگی۔ وہ شہر کے ایک بڑے ہوٹل فگارو کی طرف جا رہا تھا۔ پندرہ منٹ بعد اس نے کار فگارو کے پھاٹک والے فٹ پاتھ سے لگادی۔ اسے کمپاؤنڈ میں نہیں لے گیا۔ کار سے اتر کر وہ کمپاؤنڈ میں داخل ہوا۔

ڈائننگ ہال میں پہنچ کر اس کا رخ کیبنوں کی طرف ہو گیا۔ مگر پھر پندرھویں کیبن کے سامنے رکے بغیر اسے واپس ہونا پڑا کیونکہ پندرھواں کیبن خالی تھا۔ عمران بڑی لاپرواہی سے چلتا ہوا پھر باہر آگیا اسے اطمینان تھا کہ بلیک زیرو نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا ہو گا اور عنقریب اس کی طرف سے کوئی دوسری اطلاع ملے گی۔ لہٰذا اب اسے جلد از جلد دانش منزل پہنچنا چاہئے۔ کیونکہ ایسے حالات میں اس کے ماتحت دانش منزل ہی کے فون نمبر استعمال کیا کرتے تھے یا پھر سفری ٹرانس میٹروں

کے ذریعہ ایکس ٹو سے رابطہ قائم کرتے تھے۔

عمران نے تیزی سے کمپاؤنڈ طے کی.... اور اپنی کار کی طرف بڑھا مگر دوسرے ہی لمحہ میں اسے رک جانا پڑا کیونکہ بلیک زیرو اس کی کار سے پشت ٹکائے کھڑا آنکھیں مل رہا تھا۔

یہ ایک صحت مند اور توانا جوان تھا۔ قد متوسط تھا اور اعضاء مضبوط تھے۔ وہ عمران کے قریب پہنچ جانے کے بعد بھی اسی طرح آنکھیں ملتا رہا۔

"او.... وو.... کیا ہوا ہے.... تمہیں۔!" عمران اس کا شانہ جھنجھوڑ کر بولا۔

بلیک زیرو بے ساختہ اچھل پڑا.... اور پھر فوجیوں کے سے انداز میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"جناب مجھے بے حد افسوس ہے۔!" اس نے کپکپاتی ہوئی سی آواز میں کہا۔ "تعاقب جاری نہ رہ سکا۔!"

"کیوں....؟" عمران کا لہجہ بہت سرد تھا۔

"وہ شاید اس سے واقف ہو گئے تھے کہ ان کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔!"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ واقف ہو گئے تھے۔!"

"میرے سر کے پچھلے حصے پر ایک دوسرا سر نمودار ہو گیا ہے۔!"

وہ آگے کی طرف جھک کر اپنا سر ٹٹولتا ہوا بولا۔ عمران نے اس کے سر میں ورم محسوس کیا۔

"یہ کیسے ہوا....!" اس نے پوچھا۔

"وہ صدر دروازے سے نکل کر کمپاؤنڈ میں نہیں آئے تھے.... بلکہ انہوں نے بغلی دروازہ منتخب کیا تھا جو اس گلی میں کھلتا ہے۔!" بلیک زیرو نے ایک قریبی گلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "مسز نعمانی ہوش میں نہیں تھی۔ دو آدمیوں نے اسے سہارا دے رکھا تھا اور تیسرا ان کے پیچھے تھا۔ جب وہ دروازے سے نکل گئے تو میں بھی آگے بڑھا۔ گلی کچھ نیم تاریک سی رہتی ہے۔ دو چار قدم ہی چلا ہوں گا کہ کسی نے پشت سے سر پر کوئی وزنی چیز ماری اور میں وہیں ڈھیر ہو گیا۔ بس پھر ابھی ابھی ہوش آیا ہے۔!"

"اوہ....!" عمران تشویش کن انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔

"میں نے بہت احتیاط برتی تھی جناب....!" بلیک زیرو نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"پروا مت کرو.... کیا ان تینوں میں وہ آدمی بھی تھا جس کے اوپری ہونٹ میں خفیف سا

کاف ہے۔!"

"جی ہاں.... تھا....!"

"چلو.... بیٹھ جاؤ....!" عمران نے کہا اور دوسری طرف کی کھڑکی کھول کر اسٹیئرنگ سنبھالتا ہوا بولا۔ "میں تمہیں مسز نعمانی کے مکان کے سامنے اتار کر آگے بڑھ جاؤں گا اور بیس منٹ تک اگلے موڑ پر تمہارا انتظار کروں گا۔ تمہیں یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ گھر پہنچی یا نہیں۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

کار چل پڑی.... ان دونوں نے راستہ خاموشی سے طے کیا اور دس منٹ بعد عمران نے گاڑی روک دی۔ بلیک زیرو اتر گیا اور گاڑی پھر چل پڑی۔

اگلے موڑ پر عمران نے اسے سڑک سے اتار کر انجن بند کر دیا۔

یہاں سے مسز نعمانی کے مکان کا فاصلہ زیادہ سے زیادہ دو فرلانگ رہا ہو گا۔

عمران گاڑی ہی میں بیٹھا رہا۔ اب وہ احمقوں کی انجمن کے متعلق سوچ رہا تھا۔ روشی سے ملی ہوئی اطلاعات غلط نہیں ہو سکتی تھیں۔ کیونکہ عمران کو اس انجمن کے وجود کا علم پہلے ہی سے تھا۔ لیکن وہ دور ہی سے اس کے متعلق معلومات فراہم کرنا چاہتا تھا۔ بذات خود اس نے "دار الحمق" جانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

بلیک زیرو پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر واپس آ گیا.... اور آتے ہی اس نے کھڑکی پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ "گھر تاریک پڑا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اندر کوئی بھی نہیں ہے۔!"

"اچھا بس....!" عمران نے کچھ دیر بعد کہا.... "تمہارا کام ختم ہو گیا۔!"

پھر اس نے مشین اسٹارٹ کی.... اور گاڑی سڑک پر لے آیا۔

"سنو....!" عمران نے گاڑی پھر روک کر کہا۔ لیکن انجن نہیں بند کیا بلیک زیرو تیزی سے آگے بڑھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمارا تعاقب نگارو کے قریب ہی سے شروع ہو گیا تھا۔!" عمران نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں....!" بلیک زیرو کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں.... آں.... دیکھو.... تم ادھر سے پریڈ گراؤنڈ ہوتے ہوئے پیدل واپس جاؤ.... میں

تعاقب کرنے والوں کو دیکھ لوں گا۔!"

بلیک زیرو نے سڑک کے بائیں جانب والے نشیب میں چھلانگ لگائی اور تاریکی میں غائب ہو گیا۔

شہر کا یہ حصہ اس وقت سنسان پڑا تھا۔ دراصل یہ شہری آبادی سے دور تھا۔ یہاں چند چھوٹی موٹی کوٹھیاں تھیں اور ایک ٹی بی سینے ٹوریم.... چمڑا رنگنے کا ایک کارخانہ بھی تھا اور اس کے بعد پھر کوئی عمارت نہیں ملتی تھی۔ بائیں جانب چار فرلانگ لمبی پریڈ گراونڈ تھی اور پریڈ گراونڈ کے دوسرے سرے پر شہری آبادی کا کچھ حصہ تھا۔

عمران کی کار پھر فراٹے بھرنے لگی۔ اس کا خیال غلط نہیں تھا کہ اس دوران میں اس کا تعاقب ہوتا رہا تھا۔ جیسے ہی اس کی کار آگے بڑھی تقریباً ایک فرلانگ پیچھے کسی کار کی ہیڈ لائٹس روشن ہو کر متحرک نظر آنے لگیں۔ دوسری کار کی رفتار بھی خاصی تیز تھی۔ عمران نے اس کی روشنی عقب نما آئینے میں دیکھی اور بائیں ہاتھ سے جیب میں چیونگم کا پیکٹ ٹٹولنے لگا۔

"شائیں....!" دفعتاً ایک گولی ہڈ کے کینواس کو پھاڑتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔ پھر دوسری.... پھر تیسری.... اور عمران نے اپنی گاڑی بائیں جانب والے نشیب میں اتار کر روک دی۔ پھر انجن بند کئے بغیر چپ چاپ نیچے اتر گیا۔ ویسے روشنیاں ضرور گل کر دی گئی تھیں۔

وہ بڑی تیزی سے سڑک کی طرف دوڑ رہا تھا۔ قبل اس کے کہ پچھلی کار وہاں پہنچتی عمران نے زمین پر لیٹ کر پوزیشن لے لی۔ ٹو سیٹر کے قریب سے گزرتے وقت نامعلوم آدمیوں نے اس پہ تین فائر پھر گئے.... لیکن کار وہاں رکے بغیر آگے بڑھتی چلی گئی۔

دفعتاً عمران کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور ایک زور دار دھماکے کے ساتھ وہ کار لنگڑانے لگی۔ پھر رک گئی اور تین سائے اس میں سے اچھل کر بھاگے۔ لیکن عمران نے بالکل لنگوروں کے سے انداز میں چار جستیں لگائیں اور ان کے سروں پر پہنچ گیا۔ ان میں سے ایک نے ٹھوکر کھائی مگر زمین پر گرنے سے پہلے ہی عمران کی گرفت میں آگیا۔ یہ اور بات ہے کہ گرفت میں آنے والے کی سریلی سی چیخ سن کر اس کی کھوپڑی رقص کرنے لگی ہو۔

وہ کوئی عورت تھی۔ عمران کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور پھر وہ نکل ہی گئی ہوتی لیکن اتفاق سے دوبارہ اس کی کلائی عمران کے ہاتھ میں آگئی۔

اس کے دونوں ساتھیوں کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ان کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز بھی اب

نہیں آرہی تھیں۔

"چھوڑ مجھے.... خبیث....!" عورت ہسٹریائی انداز میں چیخی۔

"خبیث چھوڑنے کے لئے نہیں پکڑتا....!" عمران آہستہ سے بولا۔ "اگر اب تم چیخیں تو اس خبیث کی ایک ہی گولی تمہیں ابدی نیند سلا دے گی۔!"

عورت خاموش ہو گئی اور عمران اسے اپنی گاڑی کی طرف کھینچنے لگا۔

"مجھے چھوڑ دو.... خدا کے لئے چھوڑ دو....!" عورت نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"نہیں مسز نعمانی تم بہت زیادہ نشے میں ہو۔ اگر میں نے چھوڑ دیا تو تم منہ کے بل زمین پر گرو گی اور پھر تمہارا یہ حسین چہرہ کسی کو دکھانے کے قابل نہ رہ جائے گا۔!"

"تم کون ہو....!"

"منی بائی کا طبلچی.... بس تم چپ چاپ چلی آؤ.... ورنہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تادھن دھنانہ شروع ہو جائے۔!"

عمران نے ٹو سیٹر کا دروازہ کھول کر اسے اندر دھکیل دیا۔

* * *

جولیانا فٹزواٹر ٹیبل لیمپ بجھانے ہی والی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی اس نے ریسیور اٹھا کر جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ہیلو....!"

"ایکس ٹو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"یس سر....!" جولیا بوکھلا گئی وہ سمجھی تھی شاید تنویر نے ٹھنڈی آہیں بھرنے کے لئے اسے فون کیا ہے۔

"دیکھو.... ریڈ کراس روڈ پر سینے ٹوریم کے قریب ایک کار کھڑی ہوئی ہے۔ اس کا ایک ٹائر پھٹ گیا ہے۔ معلوم کرو کہ وہ کس کی کار ہے۔ اس کے لئے تم تنویر خاور اور صفدر سے مدد لے سکتی ہو۔ بلکہ تم صرف انہیں اس کی اطلاع دے دو۔ وہ اس کا نمبر نوٹ کریں۔ اسٹیئرنگ وغیرہ پر انگلیوں کے نشانات تلاش کر سکیں تو بہتر ہے۔ تم مت جانا.... اور انہیں یہ بھی سمجھا دینا کہ احتیاط برتیں کیونکہ غفلت کا نتیجہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے ان کی کھوپڑیوں کے سوراخ گننے پڑیں۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

"شب بخیر....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا جولیا کی پیشانی پر تفکر کا گہرا غبار چھا گیا تھا۔ اس نے خاور کے نمبر ڈائیل کر کے ایکس ٹو کا پیغام پہنچایا۔ پھر صفدر کو بھی اطلاع دی۔ اس کا دل نہیں چاہتا تھا کہ تنویر سے رابطہ قائم کرے مگر حکم حاکم مرگ مفاجات مجبوراً اسے اس کے نمبر ڈائیل کرنے پڑے۔ ایکس ٹو کا پیغام سنتے ہی تنویر نے کہا۔ "خدا غارت کرے اس آدمی کو بھی چین نہیں ہے۔! جولیا سنو.... کیا تم کبھی اس پر سنجیدگی سے غور نہیں کرو گی.... کیوں ٹھکرا رہی ہے۔!"

"میں تمہاری کوئی بات نہیں سن رہی۔"

"اچھی بات ہے [illegible] بھیجا کروں گا۔!"

جولیا نے مزید بکواس سے بچنے کے لئے سلسلہ منقطع کر دیا۔ تنویر اس کی جان کو آ گیا تھا مگر جتنا زیادہ وہ عشق جتاتا اس کی نفرت بڑھتی جاتی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کونسی ایسی تدبیر اختیار کرے کہ اسے تنویر کی بکواس نہ سننی پڑے۔

وہ آرام کرسی پر دراز ہو کر ایکس ٹو کے متعلق سوچنے لگی۔ کیا وہ بھی اسے تنویر کی بکواس سے نہیں بچا سکے گا۔ اس نے اکثر سوچا تھا۔ ایکس ٹو سے اس کی شکایت کرے لیکن پھر نہ جانے کیوں ہمت نہیں پڑی۔ آخر وہ اس سے کہتی بھی کیا۔ کس طرح کہتی.... بہر حال وہ عورت تھی۔

یہ سودا اب اس کے سر سے نکل چکا تھا کہ عمران ہی ایکس ٹو ہے۔ کیونکہ ادھر کئی بار اس نے عمران کی موجودگی میں فون پر ایکس ٹو کی آواز سنی تھی اور خود عمران تک ایکس ٹو کے پیغامات پہنچائے تھے اور یہ حقیقت ہے کہ عمران کے ایکس ٹو ثابت نہ ہونے پر اسے بے حد افسوس ہوا تھا۔ شکرال سے واپسی پر عمران نے اسے یہ باور کرانے کی کوشش شروع کر دی تھی کہ وہ ایکس ٹو نہیں ہے۔ لہٰذا وہ جب بھی اپنے ماتحتوں میں موجود ہوتا کسی نہ کسی کے لئے فون پر ایکس ٹو کا پیغام ضرور موصول ہوتا۔ یہ دراصل عمران کے پراسرار ماتحت بلیک زیرو کی آواز ہوتی جسے اس نے خاص طور پر ایکس ٹو کی طرح بولنے کی مشق کرائی تھی۔ اس طرح وہ اپنے بقیہ ماتحتوں کے شبہات رفع کرنے میں کامیاب ہوا تھا ورنہ شکرال میں قیام کے دوران ان سبھوں کو قریب قریب یقین ہی ہو گیا تھا کہ ایکس ٹو عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

یہ سب کچھ تھا.... لیکن جولیا نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت نہیں گوارا کی تھی کہ جس طرح عمران کی بے نیازی پر غصہ آتا ہے ممکن ہے اسی طرح تنویر بھی اس پر جھنجھلاتا ہو۔

وہ عمران سے قریب ہونے کی کوشش کرتی اور عمران اس سے دور بھاگتا اس بُری طرح اس کی عشقیہ بوکھلاہٹوں کا مضحکہ اڑاتا کہ بعض اوقات وہ اس پر دانت بھی پیستی اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھی تیرنے لگتے۔ یوں عمران کہتا کہ اس وقت وہ اخباری زبان کے مطابق "غم و غصہ" کی تصویر بن کر رہ گئی ہے۔ اس پر وہ اور زیادہ چراغ پا ہوتی۔ لیکن قہر درویش بر جان درویش۔!

* * *

عمران دانش منزل کے ساؤنڈ پروف کمرے میں ٹہل رہا تھا اور سامنے ایک خوش شکل عورت آرام کرسی پر نیم دراز تھی۔ اس کی عمر تیس سال سے زیادہ نہ ہو گی۔ متناسب الاعضاء ہونے کی بناء پر اس کی دلکشی میں اور بھی اضافہ ہو گیا تھا۔

دفعتاً عمران نے رک کر کہا۔ "مجھے اچھی طرح علم ہے کہ تم گونگی نہیں ہو ویسے یہ اور بات ہے کہ میری کار میں سوراخ کرنے والے ریوالور گونگے ہی رہے ہوں۔ کیونکہ میں نے اس وقت فائر کی آواز نہیں سنی تھی۔ جب سنسناتی ہوئی گولیوں اور میرے سر کے درمیان صرف آٹھ انچ کا فاصلہ تھا۔!"

"خدا کے لئے مجھے جانے دو....!" عورت نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب تم مجھے سارے حالات سے آگاہ کر دو۔!"

"کیسے حالات....!" عورت یک بیک بپھر گئی۔ "میں اپنے چند دوستوں کے ہمراہ بغرض تفریح نکلی تھی۔ تم نے فائر کر کے ہماری کار کا ایک ٹائر پھاڑ دیا.... اور پھر میرے دوستوں کو زدوکوب کرنے کے بعد مجھے زبردستی یہاں اٹھا لائے۔!"

"خوب... کیا تمہیں توقع ہے کہ تم کسی عدالت میں پیش ہو سکو گی۔!" عمران نے مسکرا کر کہا۔

"تم کون ہو....!" مسز نعمانی نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"میں تمہیں یہاں اس لئے نہیں لایا کہ تمہارے سوالات کے جواب دوں گا۔ تم یہ بتاؤ کہ تم نے فگارو میں شرابیوں کی ایجی ٹیشن شروع کی تھی۔!"

"اگر اس سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تو میری وہ حرکت غیر قانونی نہیں کہی جا سکتی۔!"

”تم قانون کی بات نہ نکالو.... میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم نے یہ ڈھونگ کیوں رچا رکھا تھا۔!“

”میں اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتی۔!“

”اچھی بات ہے.... تمہیں یہیں اسی عمارت میں مرنا پڑے گا۔ میں جانتا ہوں کہ تم محکمہ خارجہ کے ایک ڈپٹی سیکریٹری کی اسسٹنٹ ہو.... اور اب محکمے کو اطلاع دیئے بغیر تم غائب ہو جاؤ گی اس طرح تمہاری ملازمت بھی جائے گی اور تم مجرم بھی قرار دی جاؤ گی۔!“

”آخر یہ سب کیوں ہوگا.... سنو تو سہی.... ٹھہرو....!“

عمران نے کوئی جواب دیئے بغیر دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ خود کار دروازہ بند ہو کر مقفل ہو چکا تھا۔

عمران دوسرے کمرے میں آیا اور یہاں سے فون پر بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کیے۔

”ہیلو....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”تم گھر پہنچ گئے ہو....!“

”یس سر....!“

”کوئی خاص بات....!“

”نہیں جناب.... میرا خیال تھا ممکن ہے میرا ابھی تعاقب کیا جا رہا ہو۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اس بار ایسا نہیں ہوا۔!“

”ٹھیک.... اچھا سنو ان لوگوں کو علم تھا کہ تم ان کی نگرانی کرتے رہے ہو۔ آج انہوں نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ تم تنہا ہو یا تمہارے ساتھ کچھ اور آدمی بھی ہیں یہ ڈرامہ اسٹیج کیا تھا۔ مسز نعمانی قطعی نشے میں نہیں تھی بلکہ میرا خیال ہے کہ شاید ایک گھونٹ بھی اس کے حلق سے نہ اترا ہو۔ بہر حال وہ تمہیں بے ہوش کر کے وہیں کہیں چھپے رہے۔ غالباً وہ آج تمہارا تعاقب کرنا چاہتے تھے۔“

”اوہ....!“ بلیک زیرو بڑبڑایا۔ ”تو مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی جناب۔ میں وہاں آپ کی گاڑی کھڑی دیکھ کر اس کے قریب رک گیا تھا۔ اگر اس کا شبہ بھی ہو گیا ہوتا تو آپ سے دور ہی رہنے کی کوشش کرتا۔!“

”پروا مت کرو..!“ عمران نے کہا۔ ”ہاں...اب تم ان کی نظروں میں آنے سے احتراز کرنا۔!“

”اس کام پر لیفٹیننٹ صدیقی کو مامور کر دو....!“

”بہت بہتر جناب.... مگر کیا میک اپ سے کام نہیں چل سکتا۔!“

”نہیں.... تمہیں دوسرے کام بھی انجام دینے ہیں اور وہ کام پھر بتائے جائیں گے۔ فی الحال تم آرام کرو....!“

عمران نے سلسلہ منقطع کر کے اپنے ٹیلی فون کے نمبر ڈائیل کیے۔

”روشی.... روشی....!“ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ مگر دوسری طرف سے روشی کی بجائے سلیمان کی آواز آئی۔

”ابے تو روشی ہے۔!“ عمران دھاڑا۔

”وہ سونے کے لئے چلی گئی ہیں جناب....!“

”جگا دے.... فوراً....!“

کچھ دیر بعد دوسری طرف سے روشی کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔

”کیا بات ہے.... تم سے خدا سمجھے میں سو گئی تھی۔!“

”اوہ.... روشی ڈیئر.... بہت ضروری بات ہے۔!“

”مگر تم مجھ سے بحث نہیں کرو گی۔!“

”بکو بھی.... مجھے نیند آ رہی ہے۔!“

”میں نے تمہارے لئے ایک بہترین اور آرام دہ فلیٹ کا انتظام کر لیا ہے اور تمہیں اسی وقت وہاں منتقل ہونا ہے۔ مگر ٹھہرو.... تم نے اس بوڑھے احمق کو اپنا پتہ تو نہیں بتایا تھا۔!“

”نہیں.... کیوں....؟“

”میں بہت عرصہ سے اس انجمن کے چکر میں ہوں اور اتفاق سے اب ایک بہترین موقع ہاتھ آگیا ہے۔!“

”میں نہیں سمجھی صاف صاف کہو....!“

”وہ تمہیں انجمن کا ممبر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تم ممبر بن جاؤ۔!“

”اوہ.... مگر اس کی کیا ضرورت ہے.... کیا وہ کوئی جرم کر رہے ہیں۔!“

"تمہارا خیال صحیح بھی ہو سکتا ہے۔ مجھے ان لوگوں پر شبہ ہے۔!"

"کس قسم کا شبہ۔۔۔!"

"روشی ڈیئر وقت نہ برباد کرو.... میز کی نچلی دراز میں کچھ چابیاں ہیں ان میں ایک ایسی بھی ہے جس میں سرخ رنگ کا حلقہ پڑا ہوا ہے۔ اسے نکال کر اپنے سامان سمیت آٹھویں شاہراہ کی کریم بلڈنگ میں چلی جاؤ۔ فلیٹ نمبر گیارہ میں تمہارا قیام ہوگا۔ وہ چابی اسی کی ہے اور کل شام کو تمہارا "دارالحمق" پہنچنا بہت ضروری ہے۔!"

"لیکن میں دوسرے فلیٹ میں کیوں جاؤں....!"

"محض اس لئے کہ تمہارا مجھ سے کوئی تعلق ظاہر نہ ہو سکے۔!"

"میں سمجھ گئی.... اچھا.... اس فلیٹ میں کتنے کمرے ہیں۔!"

"تین .... بہت شاندار فلیٹ ہے۔ تم دیکھ کر خوش ہو جاؤ گی اور پاس پڑوس والے تمہیں شہزادی سمجھیں گے کیونکہ اس عمارت میں اس کے علاوہ اور کوئی فلیٹ اتنا شاندار نہیں ہے۔!"

"تم مجھے بیوقوف تو نہیں بنا رہے۔!"

"نہیں ڈیئر.... اگر یہ بات غلط ثابت ہو تو مجھے گولی مار دینا۔ اب دیر نہ کرو۔ اس فلیٹ میں فون بھی ہے۔ میں تمہیں اپنے کچھ پرائیویٹ نمبر بھی بتاؤں گا جن کے ذریعہ تم مجھ سے ہر وقت گفتگو کر سکو گی اور اب میں بھی کچھ دنوں تک اپنے فلیٹ کا رخ نہیں کروں گا۔!"

"اوہ.... تو کیا یہ کوئی بہت زیادہ اہم مسئلہ ہے۔!"

"ہاں ڈیئر.... اہم ترین.... بس اب تم وقت نہ برباد کرو۔ ایک گھنٹے بعد میں تمہیں وہیں فون کروں گا۔!"

"اچھا....!" روشی نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

◆

دوسرے دن عمران اور صفدر سڑکیں ناپ رہے تھے۔ وہ پیدل ہی چل رہے تھے اور ان کے چہروں پر گھنی ڈاڑھیاں تھیں۔ لباس مزدوروں کا سا تھا۔ دونوں نے تقریباً پندرہ منٹ سے ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کی تھی اور پیدل چلتے ہوئے تو تقریباً آدھ گھنٹہ ہو چکا تھا۔

بندرگاہ کے علاقہ میں وہ آئیل اسٹیشن کے قریب رک گئے۔ یہاں اندرون ملک کے تیل کے

چشموں سے پائپ لائنوں کے ذریعے تیل لایا جاتا تھا اور یہ واحد آئیل اسٹیشن تھا جہاں سے ملکی تیل کی تقسیم ہوتی تھی۔

وہ دونوں فٹ پاتھ پر بیٹھ گئے۔ یہاں وہ تنہا نہیں تھے۔ فٹ پاتھ پر خاصی بھیڑ تھی اور یہ سب گودی کے مزدور تھے۔ جو خوانچہ فروشوں اور گشتی چائے والوں کے گرد بھیڑ لگائے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد ایک مزدور ان کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ شائد عمران نے اسے اشارے سے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

"کیا خبر ہے۔!" عمران نے آہستہ سے پوچھا۔

"آج کمی نہیں ہوئی۔!" مزدور نے جواب دیا۔ "پورے چار ہزار گیلن کی اطلاع تھی۔ وہ سب پہنچ گیا۔!"

"کل .... کیا رہا تھا۔!"

"چار ہزار گیلن کی اطلاع تھی.... لیکن صرف ڈیڑھ ہزار گیلن یہاں تک پہنچا۔!"

"تب تو یہ پائپ لائن کی خرابی نہیں کہی جا سکتی۔!" عمران نے آہستہ سے کہا۔

"کچھ بھی ہو۔ اب تک مجموعی طور پر پچیس ہزار گیلن تیل غائب ہو چکا ہے۔!"

"تم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہو کہ پچیس ہزار گیلن کی کمی ہے۔!"

"میں سنی سنائی بات نہیں کر رہا....!" مزدور نے جواب دیا۔

"میں نے ریکارڈ دیکھا ہے۔!"

"اوہ.... تب تو تم بڑی ہوشیاری سے کام کر رہے ہو۔!"

"میرا نام چوہان ہے۔!" مزدور نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "اور آپ کیا فرماتے پھر رہے ہیں عمران صاحب۔!"

"کچھ نہیں.... میں تم بھیڑوں کی رکھوالی کا کتا ہوں....؟"

"لیکن یہ چکر کیا ہے۔!"

"چکر کے متعلق ایکس ٹو سے پوچھنا۔!" عمران نے جواب دیا۔ "اب تم جاؤ.... اس وقت تک یہاں سے نہیں ہنو گے جب تک کہ ایکس ٹو کی طرف سے تمہیں کوئی اطلاع نہ ملے۔!"

"آخر تم خواہ مخواہ میرے ہی پیچھے پڑ گئے ہو۔ کیا اس کام کے لئے دوسرے نہیں تھے۔ ارے

میرے کپڑوں سے اتنی بدبو آ رہی ہے کہ خدا کی پناہ....!“

”بھئی.... یہ ایکس ٹو کا انتخاب ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔!“

”تو اب اور کیا دیکھنا ہے۔!“

”بہت کچھ.... تمہیں کسی ایسے آدمی کی تلاش ہونی چاہئے جو اس کمی کا سبب جانتا ہو۔!“

”عقل کے ناخن لو۔ عمران صاحب ایسا آدمی وہاں ملے گا جہاں سے تیل آتا ہے یا یہاں۔!“

”یہاں بھی مل سکتا ہے۔ جس منطق کو تم فکر کا ذریعہ بناتے ہو اسے دوسرے شاید قبول کرنے پر تیار نہ ہوں اور دوسروں کا طرز فکر تمہارے سوچنے کے انداز سے مختلف ہو سکتا ہے۔ اس لئے ایسے معاملات میں منطق کو دخل دینا.:.. حماقت ہی ہے۔!“

”اچھی بات ہے....!“ چوہان نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ پھر وہ اٹھا اور ایک طرف چلا گیا۔ عمران نے اسے ایک گلی میں مڑتے دیکھا اور صفدر سے بولا۔ ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ لوگ کام سے جان کیوں چراتے ہیں۔!“

”آج کل اسے بھی جولیا سے کچھ کچھ عشق ہو چلا ہے۔!“ صفدر نے ہنس کر کہا۔

”اگر ایکس ٹو اس عورت کو اسٹاف سے الگ کر دیتا تو بہتر تھا۔!“ عمران بڑبڑایا۔

”مگر عمران صاحب.... وہ تو آپ کے لئے پاگل ہو رہی ہے۔!“

”اس کا بڑا احسان ہے کہ وہ میرے لئے پاگل ہو رہی ہے۔!“ عمران مایوسانہ لہجے میں بولا۔ ”کاش میں دولت مند ہوتا اور اس کے لئے ایک عظیم الشان پاگل خانہ تعمیر کرا سکتا۔ پاگل خانہ تاج محل کے نمونے کا جسے آئندہ نسلیں دیکھتیں اور عش عش کرتیں.... دور دور سے لوگ عش عش کرنے کے لئے یہاں آتے۔!“

صفدر ہنسنے لگا۔ عمران اٹھ گیا تھا۔ وہ دونوں پھر ایک طرف چل پڑے۔

”آخر تیل کا کیا قصہ ہے۔!“ صفدر نے پوچھا۔

”تیل کا قصہ تیل والے جانیں۔ میں تو صابون بیچتا ہوں۔!“

”آہا.... تو آپ کو بھی علم نہیں ہے۔!“

”ایکس.... ایکس ٹو کا طریق کار یہی ہے کہ اس کے ماتحتوں کو پورے واقعہ کا علم ہرگز نہیں ہونے پاتا۔!“

”لیکن میرا خیال ہے کہ آپ سے کوئی نکتہ پوشیدہ نہیں رہتا۔!“

”ایک نکتہ.... آج تک مجھ سے بھی پوشیدہ ہی رہا ہے۔!“

”کیا....!“

”یہی کہ ایکس ٹو کسی عورت کی اولاد ہے یا بکری کی.... بالکل بکریوں کی طرح بولتا ہے۔!“

صفدر ہنسنے لگا پھر بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ فون پر وہ اپنی آواز بگاڑنے کی کوشش کرتا ہے۔!“

”خدا جانے....!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا اور ایک گندی سی گلی میں گھس پڑا۔

یہاں بھانت بھانت کی بدبوئیں گونج رہی تھیں۔ صفدر نے ناک بند کر لی۔

”ہائیں.... یہ کیا اناڑی پن....!“ عمران نے اسے ٹوکا۔ ”یہ نہ بھولو کہ اس وقت تم اس طبقے کے ایک فرد کے بھیس میں موجود ہو جو انہیں بدبوؤں میں جنم لیتا ہے اور انہیں میں مر جاتا ہے۔ ہاتھ ہٹاؤ۔!“

”مجھے قے ہو جائے گی۔!“ صفدر گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا۔

”پرواہ مت کرو.... ہو جانے دو....!“ عمران نے سخت لہجہ میں کہا اور صفدر کی روح تک لرز اٹھی کیونکہ اس لہجے میں اسے شکرال والے عمران کی جھلکیاں محسوس ہوئی تھیں۔ دوسرے ہی لمحہ میں قطعی غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ ناک پر سے ہٹ گیا۔

”وہ پچھلی رات کار کا کیا قصہ تھا۔!“ عمران نے پوچھا۔

”جولیا نے اطلاع دی تھی کہ ریڈ کراس پر ایک ایسی کار کھڑی ہوئی ہے جس کا ایک پہیہ بے کار ہو گیا ہے۔ کار کا نمبر نوٹ کرنا تھا۔ میں اور تنویر وہاں پہنچے لیکن ہمیں کوئی ایسی کار نہیں مل سکی۔!“

عمران نے اس پر رائے زنی نہیں کی۔ صفدر بھی خاموش ہی رہا حقیقت تو یہ تھی کہ وہ گفتگو کے لئے ہونٹ کھولنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے منہ کھلنے پر یہ ساری بدبوئیں اس کے حلق کے نیچے اتر جائیں گی۔

خدا خدا کر کے گلی ختم ہوئی اور وہ ایک کشادہ سڑک پر آ نکلے.... کچھ دور چل کر عمران رک گیا۔

”اب میں ایکس ٹو کے حکم کے مطابق تمہیں ایک کام سونپتا ہوں۔!“

”ضرور.... ضرور....!“

”تمہیں اس فٹ پاتھ پر ان مزدوروں کے ساتھ سونا پڑے گا۔!“

”میرے خدا.... !“ صفدر اپنا سر سہلانے لگا۔ لیکن عمران اس کی طرف دھیان دیئے بغیر بولا۔ ”ادھر دیکھو.... کیا تم ان مزدوروں میں اپنے کسی ساتھی کو پہچان سکتے ہو۔!“

صفدر نے فٹ پاتھ پر نظر آنے والے بے شمار مزدوروں پر نظر ڈالی.... ان میں بوٹ پالش کرنے والے معماروں کے معاون بڑھئی اور بوجھ اٹھانے والے.... ہر طرح کے مزدور تھے۔

”اوہ....!“ صفدر نے تھوڑی دیر بعد آہستہ سے کہا۔ ”میں نے پہچان لیا۔ وہ سرخ قمیض والا یقینی طور پر لیفٹیننٹ صدیقی ہے۔!“

”گڈ.... تمہاری اسی صلاحیت کی بناء پر ایکس ٹو تم سے اہم ترین کام لینا چاہتا ہے۔ بہر حال اب ایکس ٹو نہیں چاہتا کہ تمہاری موجودگی میں صدیقی یہ کام انجام دے۔ تم خود دیکھ رہے ہو کہ اس کا میک اپ کتنا ناقص ہے.... تم نے اسے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا۔!“

”اچھی بات ہے... !“ صفدر نے اپنی تعریف پر خوش ہو کر کہا۔ ”مگر کام کیا ہے۔!“

عمران دوسری طرف والی عمارت کی جانب اشارہ کر کے بولا۔ ”یہاں ایک ایسا آدمی رہتا ہے جس کے اوپری ہونٹ پر بائیں جانب خفیف سا شگاف ہے۔ تمہیں اس پر نظر رکھنی ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ یہاں کس قسم کے آدمی آتے ہیں۔!“

”اطلاع دینے کی کیا صورت ہوگی۔!“

”وقتاً فوقتاً جولیا کو فون کرتے رہنا اور اسی سے تمہیں ہدایات بھی ملیں گی۔!“

”آخر ایکس ٹو نے ایک عورت کو ہمارا انچارج کیوں بنا رکھا ہے۔!“ صفدر بولا۔

”یہ اسی سے پوچھنا.... اچھا میں چلا۔!“ عمران نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

⁂

عمران مسز نعمانی کو ہر طرح ڈراتا دھمکاتا رہا۔ لیکن اس سے کچھ بھی نہ معلوم ہو سکا۔ وہ کسی قیمت پر بھی یہ بتانے پر تیار نہیں تھی کہ ان مشتبہ آدمیوں سے اس کے تعلقات کس قسم کے تھے۔ اگر وہ مرد ہوتی تو عمران اس پر تشدد بھی کر گزرتا۔ مگر وہ عورت تھی اور اس کا تعلق محکمۂ خارجہ سے تھا اور محکمۂ خارجہ سے تعلق ہونے کی بناء پر عمران کو تشویش ہوئی تھی۔ اگر وہ اس آدمی کے ساتھ نہ دیکھی جاتی جس کے اوپری ہونٹ پر خفیف سا شگاف تھا تو شاید عمران اس کی طرف دھیان دینے کی بھی ضرورت نہ محسوس کرتا۔ اس آدمی پر عرصہ سے عمران کی نظر تھی

اور وہ اسے کوئی غیر ملکی جاسوس سمجھتا تھا۔ وہ کافی دیر تک اس مسئلے پر غور کرتا رہا کہ مسز نعمانی کی زبان کسی طرح کھلوائی جائے.... آخر کار اس نے اس سے کہا۔ ”تم ایک عرضی لکھو کہ تمہیں تین دن کی رخصت دی جائے۔!“

”میں نہیں لکھوں گی۔!“ اس نے چڑچڑے پن کا مظاہرہ کیا۔

”ملازمت سے برطرف کر دی جاؤ گی۔!“

”مجھے پرواہ نہیں ہے۔!“

”پھر سوچ لو.... تمہارا اس طرح غائب ہو جانا ایک مجرمانہ فعل ہوگا۔ کیونکہ ان دنوں تم محکمے کے لئے ایک اہم کام انجام دے رہی تھیں اور اس کے کاغذات تمہاری ہی تحویل میں ہیں۔!“

”تم کیا جانو....!“ مسز نعمانی یک بیک چونک پڑی۔

”میں کیا نہیں جانتا.... کیا تم اپنی پچھلی زندگی کے متعلق بھی کچھ سننا چاہتی ہو.... میرا خیال ہے کہ اگر مسٹر نعمانی کو تمہاری پچھلی زندگی کے کچھ حالات معلوم ہو جائیں تو وہ تمہیں طلاق بھی دے سکتے ہیں۔!“

”نہیں....!“ دفعتاً مسز نعمانی کے چہرے پر زردی نظر آنے لگی۔

”میں غلط نہیں کہہ رہا۔ تم خود بھی اسے سمجھتی ہو۔!“

”تم آخر ہو کون....؟“

”کالا چور.... لیکن تم سے صرف اتنا ہی معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ تینوں کون تھے اور تم انہیں کب سے جانتی ہو۔ جان پہچان کیسے ہوئی تھی۔!“

”آخر کیوں پوچھنا چاہتے ہو۔!“

”اب میں اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کروں گا۔!“ عمران نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ ”میں جا رہا ہوں اور تقریباً ایک ہفتے بعد میری واپسی ہوگی.... یہ بھی سن لو کہ اس کمرے کے مہمانوں کے لئے صرف قیام کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔ طعام کا نہیں۔ اس لئے سوچتا ہوں کہ ایک ہفتہ بعد تم کس حالت میں ملو گی.... اچھا ٹاٹا.... تمہیں یہ سب کچھ قطعی نہ سوچنا چاہئے۔!“

عمران جانے کے لئے اٹھا۔

”ٹھہرو....!“ مسز نعمانی کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

”چلو ٹھہر گیا....!“

”میں احمقوں کی انجمن کی ممبر ہوں....!“ وہ آہستہ سے بولی۔

”ابھی تک تو تم اسی کا ثبوت دیتی رہی ہو۔!“ عمران نے اپنے لہجے میں بے یقینیپیدا کرتے ہوئے کہا۔

”پھر جب تمہیں یقین ہی نہ آئے تو بتانے سے کیا فائدہ....!“ مسز نعمانی ناخوش گوار لہجے میں بولی۔

”تم کہتی جاؤ.... دنیا میں بس اسی ایک انجمن کی کمی تھی۔ وہ یہاں کے لوگوں نے پوری کردی۔!“

”میں پتہ بتا سکتی ہوں پہلے تم تصدیق کرلو.... پھر میں بتاؤں گی۔ جن لوگوں کو اس کا علم نہیں ہے وہ مشکل ہی سے یقین کریں گے۔!“

”میں یقین کروں یا نہ کروں.... تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو کہو! تمہارے بیان کی تصدیق کے لئے میرے پاس ذرائع موجود ہیں۔!“

”وہ بے پرواہ اور کھلنڈرے آدمیوں کی انجمن ہے۔ جو زبردستی احمق بن کر زندگی کو ایک نئے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ شرم اور بے شرمی میں فرق نہیں کرتے۔ عزت اور ذلت دونوں ہی ان کے لئے بے معنی الفاظ ہیں۔ نہ انہیں غصہ آتا ہے اور نہ وہ غم کو پاس بھٹکنے دیتے ہیں۔ نئے ممبروں کو ان چیزوں کا عادی بنانے کے لئے انہیں بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔ پچھلی رات ہم شرم اور بے شرمی کا فرق مٹا رہے تھے۔!“

”کیا مطلب....!“

”انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ شرابیوں کی ایکٹنگ شروع کردوں۔ مجھے اس کے تصور سے ہی گھن معلوم ہوئی۔ لیکن پھر کلب کے قوانین کے مطابق مجھے ان کے کہنے پر عمل کرنا ہی پڑا۔ مجھے بڑی شرم معلوم ہو رہی تھی اس لئے میں نے شرابیوں کی طرح لڑکھڑا کر چلتے وقت آنکھیں بند کرلی تھیں۔!“

وہ بُری طرح جھینپ رہی تھی اور اس طرح رک رک کر بیان کر رہی تھی جیسے اسے یادداشت پر زور دینا پڑ رہا ہو.... وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔ ”اب سوچتی ہوں کہ اگر وہ آزمائش ہی تھی تو وہ دونوں بھاگ کیوں گئے۔!“

”کیسی آزمائش....!“ عمران نے پوچھا۔

”ہم ہوٹل سے نکل کر ایک گاڑی میں بیٹھے۔!“

”مگر گاڑی میں تو دو ہی آدمی تھے۔!“

”ہاں.... صدر صاحب اس وقت ہمارے ساتھ نہیں تھے۔!“

”صدر صاحب....!“

”ہاں.... انجمن کے صدر.... وہ دارالحمق میں گدھے پر سوار رہتے ہیں۔!“

”یہ دارلحمق کیا بلا ہے۔!“

”اس عمارت کا نام جہاں ہمارے اجتماعات ہوتے ہیں۔ اسے تم ایک قسم کا کلب سمجھ سکتے ہو۔!“

”کیا صدر وہی تھا جس کے اوپر ہونٹ پر شگاف سا ہے۔!“

”ہاں.... وہی.... وہ اس وقت کار میں موجود نہیں تھے۔ جب تمہاری گاڑی پر انہوں نے فائر کئے تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ تم بھی انجمن کے ایک نئے ممبر ہو۔ لہٰذا وہ تم پر نقلی پستول سے فائر کر کے دیکھیں گے کہ تمہیں غصہ آتا ہے یا نہیں۔!“

”اوہ....!“ عمران نے آنکھیں پھاڑ کر ہونٹ سکوڑ لئے اور پھر کچھ سوچتا ہوا سر ہلانے لگا۔

”لیکن.... اگر یہ محض آزمائش تھی تو وہ بھاگے کیوں....؟ اور شاید آپ انجمن کے ممبر بھی نہیں ہیں۔!“

”میری گاڑی کے مڈ میں تین سوراخ ہیں۔!“

”پھر میں کیا کروں.... مجھے تو کچھ بھی علم نہیں ہے کہ ایسا کیوں ہوا....؟“

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”تم تین دن کی رخصت کیلئے ایک عرضی لکھ دو۔!“

”کیوں....؟ نہیں اب میں کسی کی باتوں میں آکر کچھ نہیں کر سکتی۔!“

”خیر.... مجھے امید ہے کہ یہ کمرہ تمہارے لئے زیادہ تکلیف دہ ثابت نہ ہوگا۔!“

”خدا کے لئے مجھے جانے دو....!“ مسز نعمانی گھگھیائی۔

”اس وقت تک تمہیں یہاں مقیم رہنا پڑے گا جب تک کہ مجھ پر حملہ کرنے والے ہاتھ نہ آجائیں۔!“

"میرا اس حملے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔!"

"نہ ہو....!" عمران نے لاپروائی سے کہا۔ "مگر اس کار سے ضرور تعلق تھا جس سے فائر کئے گئے تھے۔!"

"میرے خدا.... میں کس مصیبت میں پھنس گئی۔!" اس نے روہانسی آواز میں کہا۔

"انجمن تک تمہاری رسائی کیسے ہوئی تھی۔!" عمران نے پوچھا۔

"اوہ.... کاش وہ واقعہ پیش نہ آیا ہوتا.... یا میں وہاں موجود نہ ہوتی۔!"

"وہ خاموش ہو گئی اور عمران جواب طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ اس وقت اس کے چہرے پر حماقت کے آثار نہیں تھے۔

"ایک ماہ گزرا....!" وہ کچھ دیر بعد ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "میں جہانگیر پارک میں ایک لیڈر کی تقریر سننے گئی تھی۔ چونکہ مجھے دیر ہو گئی تھی اس لئے بہت پیچھے کھڑے رہنا پڑا۔ میرے قریب ہی ایک فیشن ایبل معمر آدمی بھی موجود تھا۔ تقریر کے دوران میں نے اسے کئی بار کراہتے سنا۔ پھر وجہ معلوم ہوئی تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ ہمارے پیچھے کھڑے ہوئے آدمیوں کے درمیان ایک نوجوان عورت موجود تھی جو بار بار اس کا کان پکڑ کر اس زور سے کھینچتی تھی کہ بوڑھے کا پورا جسم ہل جاتا تھا.... لیکن وہ صرف کراہتا اور سسکیاں لیتا رہا۔ ایک بار بھی عورت کی طرف نہیں مڑا.... کچھ دیر بعد مجھے اس عورت پر غصہ آنے لگا جو اس شریف آدمی کو خواہ مخواہ بھرے مجمع میں ذلیل کر رہی تھی۔ بوڑھا دبی زبان سے کچھ بڑبڑاتا بھی جا رہا تھا مجھے چین نہ پڑا اور میں نے بوڑھے سے کہا کہ میں نے اس عورت کو دیکھ لیا ہے جو اس کا کان کھینچ رہی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ وہ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ لوگ اور زیادہ ہنسیں گے۔ جن لوگوں نے اس عورت کی حرکت دیکھ لی تھی وہ بُری طرح ہنس رہے تھے۔!"

مسز نعمانی سانس لینے کے لئے رک گئی اور پھر اس کے بعد کی داستان روشی کے بیان سے مختلف نہیں تھی۔ وہ بالکل روشی ہی کی طرح "دارالحمق" میں جا پہنچی تھی۔ اس کے بیان کے مطابق وہ بوڑھا بھی احمقوں کی انجمن کا ایک نیا ممبر تھا اور ایک پرانی ممبر اس کے صبر و ضبط کا امتحان لے رہی تھی۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر عمران نے کہا۔ "تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم فی الحال یہاں قیام

کرو۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ وہ احمق تمہارے سلسلے میں کوئی عقل مندی کر بیٹھیں۔!"

"کیا....؟"

"وہ تمہیں قتل بھی کر سکتے ہیں۔!" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"نہیں....!" وہ خوف زدہ آواز میں بولی۔

"ہاں.... ورنہ تمہیں زندہ رکھنے کی صورت میں عام لوگوں کو اس کا بھی علم ہو سکتا ہے کہ احمق اکثر راہگیروں پر گولیاں بھی چلا بیٹھتے ہیں۔!"

مسز نعمانی اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی پھر بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "آخر ان لوگوں نے آپ پر فائر کیوں کئے تھے۔!"

تم خود بتاؤ.... ایسا کیوں ہوا ہوگا۔!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا اور اس نے پلکیں جھکا لیں.... پھر آہستہ سے بولی۔ "میں کیا جانوں.... لیکن قرین قیاس ہے کہ آپ کوئی سرکاری جاسوس ہوں.... اور احمقوں کی انجمن مجرموں کا کوئی گروہ....!"

"تو پھر میں.... بتائیے.... میں کیا کروں.... اگر وہ مجرم ہیں تو انہوں نے مجھے اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کیوں کی تھی۔"

"ابھی تک مجھے ان کی ذات سے مالی نقصان بھی نہیں پہنچا۔!"

"ممکن ہے کہ وہ کسی دوسری طرح سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہوں۔!"

"کیا مطلب....!" وہ عمران کو گھورنے لگی۔

"کیا تم اپنے محکمے کی خبریں ان تک نہیں پہنچا سکتیں۔!"

"ہرگز نہیں.... ان لوگوں نے آج تک مجھ سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ میرا ذریعہ معاش کیا ہے۔ میں کہاں رہتی ہوں اور میرے دوسرے مشاغل کیا ہیں۔!"

"خیر کچھ بھی ہو.... تم فی الحال وہی کرو جو میں کہوں۔ اسی پر تمہارے مستقل کا انحصار ہو سکتا ہے۔!"

مسز نعمانی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے چہرے پر ذہنی انتشار صاف پڑھا جا سکتا تھا۔

* * *

دوسری صبح شہر کے اخبارات میں ایک سنسنی خیز خبر دیکھی گئی۔ یہ خبر مسز نعمانی کے متعلق تھی۔ اس کی پراسرار گمشدگی پر محکمہ خارجہ نے تشویش ظاہر کی تھی اور اس کی طرف سے

اعلان کیا گیا تھا کہ مسز نعمانی کا نشان بتانے والے کو پانچ ہزار روپے بطور انعام دیئے جائیں گے۔ بعض نے یہ بھی لکھا تھا کہ اس کی تحویل میں بعض اہم کاغذات بھی تھے جو ابھی تک ڈپٹی سیکریٹری کو نہیں مل سکے۔ ان اخبارات نے خیال ظاہر کیا تھا کہ ممکن ہے وہ کاغذات ہی اس کی گمشدگی کا باعث بنے ہوں۔

یہ تمام خبریں عمران ہی کی ایماء پر شائع ہوئی تھیں۔ اس نے رات دانش منزل ہی کے ایک کمرے میں بسر کی تھی۔ صبح ہی صبح اس نے جولیانا فٹنر واٹر کو فون کیا وہ دراصل یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اسے صفدر کی طرف سے کوئی پیغام ملا یا نہیں۔

"جی نہیں....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "یہ تیل کا کیا قصہ ہے جناب۔!"

"اندرون ملک سے جو تیل آئل اسٹیشن کے لئے بھیجا جاتا ہے اس کی پوری مقدار شاذ و نادر ہی پہنچتی ہے۔!"

"کبھی پوری مقدار میں بھی پہنچ جاتا ہے۔!" جولیا نے پوچھا۔

"شاذ و نادر کا یہی مطلب ہوتا ہے جولیا۔!"

"اوہ.... معاف کیجئے گا۔ میں ابھی سو کر اٹھی ہوں جناب دماغ ٹھیک نہیں ہے۔ تب پھر یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ پائپ لائن میں کوئی خرابی واقع ہو گئی ہو۔!"

"تمہارا خیال درست ہے۔!"

"پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے۔!"

"ہو سکتا ہے آئل فیلڈ ہی میں کوئی شرارت ہو رہی ہو۔ ایسا ممکن ہے تم دیکھ ہی رہی ہو کہ آج کی دنیا دو مختلف کیمپوں میں بٹ گئی ہے۔ ایک کیمپ کے جاسوس دوسرے کیمپ میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اس کی جڑیں کھوکھلی کر سکیں۔ ہمارے تیل کا مسئلہ بھی مخالف کیمپ کے جاسوسوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا سکتا ہے۔ دراصل ان دنوں ہم ایک معاہدے کے تحت اپنا تیل ایک دوست ملک کو دے رہے ہیں۔ اب تم خود سوچو کہ معاملات کیا ہوں گے۔ مجھے یقین ہے کہ مخالف کیمپ کے جاسوس اس میں حارج ہونے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں گے۔!"

"جی ہاں.... میں نے بھی یہی سوچا تھا.... تو پھر کیا ہم اپنی تمام تر توجہ آئل فیلڈ کی طرف۔!"

"نہیں.... اس کی ضرورت نہیں ہے۔!" عمران نے اسے جملہ پورا نہیں کرنے دیا۔ "محکمۂ سراغ رسانی کے بہترین دماغ وہاں چھان بین کر رہے ہیں.... اور اپنا بھی ایک آدمی ان میں موجود ہے۔!"

"کون....؟"

"سارجنٹ نعمانی.... وہ بڑی خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔ ابھی تک اس نے جو اطلاعات بہم پہنچائی ہیں اُس سے میرے نظریئے کی تائید ہوتی ہے۔ وہاں کچھ مشتبہ لوگ موجود ہیں۔!"

"تب پھر یہاں آئل اسٹیشن پر بھی ہوں گے۔!"

"ہو سکتے ہیں۔!" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ اسے صفدر کے متعلق تشویش ہو گئی تھی۔ کہیں وہ کسی حادثہ کا شکار نہ ہو گیا ہو کیونکہ وہ لوگ جن کی نگرانی پر اسے مقرر کیا گیا تھا بہت چالاک تھے۔ ان کی چالاکی کا جیتا جاگتا ثبوت خود عمران کی گاڑی کا ہڈ تھا جس میں اب بھی تین سوراخ موجود تھے۔

اس نے دانش منزل سے نکل کر ایک ٹیکسی لی اور اسی طرف روانہ ہو گیا۔ جہاں پچھلے دن صفدر کو چھوڑا تھا اس کے ذہن میں بیک وقت کئی مسائل ایک دوسرے سے الجھ رہے تھے۔ روشی کی داستان مسز نعمانی کی داستان.... اور اس آدمی کی شخصیت جس کے اوپر ہونٹ پر خفیف سا شگاف تھا۔

وہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھا۔ لہٰذا اس کے خلاف کافی ثبوت مہیا کئے بغیر عمران کوئی کاروائی نہیں کر سکتا تھا۔ شہر میں اس کے کئی چھوٹے موٹے کارخانے تھے اور اعلیٰ حکام تک اس کی پہنچ تھی۔ دعوتوں اور پارٹیوں پر بے تحاشہ پیسے اٹھاتا تھا۔ اکثر تقریبات میں سربراہ مملکت تک کو مدعو کر دیتا تھا۔ مگر احمقوں کی انجمن کا خرنشین صدر ہونا عمران کے لئے حیرت انگیز ضرور تھا۔ آخر اس انجمن کا مقصد کیا تھا؟

اس نے منزل مقصود سے کافی فاصلے پر ٹیکسی چھوڑ دی اور پیدل ہی چل پڑا۔ عمارت کے سامنے والے فٹ پاتھ پر اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن صفدر کہیں نہ دکھائی دیا۔ ویسے یہاں اس وقت بھی بہتیرے مزدور موجود تھے۔ عمران کی تشویش بڑھ گئی مگر وہ

اس کے متعلق کسی سے پوچھ گچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوٹھی کے پھاٹک پر لگی ہوئی نیم پلیٹ اسے منہ چڑا رہی ہو۔ نیم پلیٹ پر "اے ایچ رنگون والا" تحریر تھا۔ اس آدمی کے متعلق مشہور تھا کہ وہ دوسری جنگ عظیم کے زمانے میں برما سے بھاگ کر آیا تھا اور پھر یہاں بھی آہستہ آہستہ اس کا کاروبار پھیلتا گیا تھا۔ جب آیا تھا کپڑے تھے اور جیبیں خالی۔ مگر پھر حیرت انگیز طور پر وہ مالدار ہوتا گیا۔ کروڑوں کا کاروبار چھوڑ کر بھاگ آیا تھا۔ لیکن خوش قسمتی برابر اس کا تعاقب کرتی رہی تھی۔ وہ صرف تھوڑے دنوں تک کنگال رہا اور اس کے بعد پھر دولت نے اس کا گھر دیکھ لیا۔

عمران کھڑا سوچتا رہا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ مگر پندرہ منٹ گزر جانے کے بعد بھی وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ سوال تو یہ تھا کہ وہ صفدر کو تلاش کہاں کرتا۔

ان حالات کے پیش نظر وہ یا تو کسی جنجال میں پھنس گیا تھا یا پھر اس شہر ہی میں نہیں تھا اور نہ ایکس ٹو کے عام احکامات کے مطابق اسے ہر تیسرے گھنٹے پر جولیانا فٹز واٹر کو رپورٹ دینی چاہئے تھی۔

سارا دن اس نے صفدر کی تلاش میں گزار دیا.... اپنے ماتحتوں کو بھی ہدایت دی کہ وہ صفدر کو تلاش کریں.... لیکن نو بجے رات تک اسے امید افزا رپورٹس نہیں ملیں.... پھر جولیا کا فون آیا۔

"جولیا اسپیکنگ سر....!" وہ کہہ رہی تھی۔ "نعمانی آپ سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کے پاس صفدر کے متعلق کوئی رپورٹ ہے۔!"

"صفدر کے متعلق رپورٹ..!" عمران نے حیرت سے دہرایا۔ "نعمانی تو آئل فیلڈ میں ہے۔!"

"جی ہاں.... آپ نے مجھے بتایا تھا.... نعمانی نے وہاں کے ریلوے اسٹیشن سے ٹرنک کال کی تھی۔ آپ سے آج کئی بار اس نے ٹرانس میٹر پر گفتگو کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اسے جواب نہیں ملا۔ اس لئے اسے مجبوراً مجھے ٹرنک کال کرنی پڑی.... تاکہ میں اس کا پیغام آپ تک پہنچا سکوں۔!"

"اوہ بہت اچھا شکریہ....!" عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا اور ساؤنڈ پروف کمرے میں آیا۔

مسز نعمانی اب بھی یہیں تھی اور بے خبر پڑی سو رہی تھی۔ اس کے غل غپاڑے سے بچنے کے لئے عمران نے اسے مورفیا کا انجکشن دیا تھا۔

یہاں آکر اس نے ایک مخصوص قسم کے ٹرانس میٹر پر سارجنٹ نعمانی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس ٹرانس میٹر کی آواز صرف اسی ساخت کا ٹرانس میٹر کیچ کر سکتا تھا کسی

سرے ٹرانس میٹر پر اس کے سن لئے جانے کا احتمال نہیں تھا!

کچھ دیر بعد اس نے سارجنٹ نعمانی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں بیمار ہو گیا ہوں جناب وقت تمام ریلوے اسٹیشن تک پہنچ کر جولیا کو فون کر سکا تھا۔ اس وقت میرے پاس دو اہم ترین اطلاعات ہیں۔ اول تو یہ کہ آج سے چھ ماہ قبل پائپ لائن خراب ہو گئی تھی۔ جس کی درستگی کے لئے اے ایس رنگون والا نامی ایک شخص کو ٹھیکہ دیا گیا تھا اور دوسری اطلاع یہ ہے کہ آج صفدر اے ایس رنگون والا کا تعاقب کرتا ہوا یہاں پہنچا ہے۔!"

"دونوں خبریں بڑی شاندار ہیں نعمانی....!" عمران نے ایکس ٹو کی آواز میں کہا۔ "میں تم ے بے حد خوش ہوں.... ہاں تو رنگون والا اب وہاں کس سلسلے میں گیا ہے۔!"

"غالباً اب پھر اسے پائپ لائن کی درستگی کے لئے ٹھیکہ دیا جائے گا۔!"

"اوہ ... تو ان کی دانست میں یہ پائپ لائن کی خرابی ہی ہے۔!"

"جی ہاں.... چیف انجینئر کا یہی خیال ہے۔!"

"اچھا تو اب چیف انجینئر پر بھی نظر رکھو....!"

"بہت بہتر جناب....!"

"کیا پوری پائپ لائن کی کھدائی کی تجویز زیر غور ہے۔!"

"نہیں جناب.... اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ پوری پائپ لائن تین سو میل لمبی ہے۔!"

"پھر....!"

"چیف انجینئر کا خیال ہے کہ خرابی اسی حلقے میں ہو سکتی ہے جسکی مرمت چھ ماہ قبل کرائی گئی تھی۔!"

"بہت اچھے نعمانی.... تم بہت قاعدے سے کام کر رہے ہو۔ اچھا دیکھو.... میں تمہاری مدد کے لئے صفدر کو وہیں چھوڑتا ہوں۔ اس سے کہہ دو کہ وہ رنگون والا کے ساتھ واپس نہ آئے اور ہاں دیکھو پائپ لائن کی درستگی کے لئے کھدائی شروع ہونے سے ایک دن پہلے مجھے اطلاع دینا۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

"اوور اینڈ آل....!" عمران نے کہا اور ٹرانس میٹر بند کر دیا۔

وہ گہرے تفکر میں ڈوبا ہوا تھا۔

وہ پھر ساؤنڈ پروف کمرے سے اس کمرے میں آیا جہاں فون تھا اور روشی کے نمبر ڈائیل کئے۔

”ہیلو.... روشی.... عمران اسپیکنگ....!“

”تم مجھے بتاتے کیوں نہیں کہ یہ کیا چکر ہے۔!“ روشی نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

”چکر یہ ہے کہ میں اس انجمن کو فنا کر دینا چاہتا ہوں۔!“

”کیوں....!“

”میری موجودگی میں کوئی دوسرا اس انجمن کا صدر نہیں ہو سکتا۔ مجھ سے بڑا احمق اس شہر میں اور کون ہو گا۔!“

”صفدر صاحب۔!“ روشی بے تحاشہ ہنس پڑی۔ پھر بولی۔ ”انہوں نے تو تین ماہ کی چھٹی لے لی ہے۔ لہٰذا آج نائب صدر کی خر نشینی کا جشن منایا گیا تھا۔ مجلس عاملہ کے ارکان کا خیال ہے کہ تین ماہ گزرنے کے بعد صدر صاحب استعفے دے دیں گے کیونکہ وہ دوسروں کا حق مار کر زیادہ دنوں تک خر نشین نہیں رہنا چاہتے.... اور عمران تمہارے لئے ایک سنسنی خیز خبر بھی ہے۔!“

”کیا....!“

”میں نے اندازہ لگایا ہے کہ خواتین ممبروں میں زیادہ تر محکمۂ خارجہ سے تعلق رکھنے والیاں ہیں۔!“

”گڈ.... یہ کام کی بات بتائی ہے۔!“ عمران چہک کر بولا۔

”میں نہیں سمجھی....!“

”نہ سمجھنا ہی بہتر ہے ورنہ تم اپنے رویے میں بے ساختگی نہ پیدا کر سکو گی۔ اب تم کوشش کرو کہ تمہیں جلد از جلد ممبر بنا لیا جائے۔!“

”میں کل سے ہرگز نہیں جاؤں گی۔!“

”کیوں....؟“

”اس وقت تک نہیں جاؤں گی جب تک کہ تم مجھے اس کے مقصد سے آگاہ نہ کر دو۔!“

”نہیں روشی تم ایسا نہیں کر سکتیں.... تمہیں ہر حال میں ممبر بننا پڑے گا۔!“

”تم آخر مجھے بتاتے کیوں نہیں۔!“

”میں تم سے کبھی کوئی بات نہیں چھپاتا۔ لیکن ابھی نہ پوچھو.... کھیل بگڑ جائے گا۔ بس تم نجمن اور اس کی کارگزاریوں میں دلچسپی لیتی رہو۔!“

”تم مل کب رہے ہو۔!“

”انجمن کا خاتمہ کرنے کے بعد.... مجھ سے فی الحال دور ہی دور رہو۔ روشی جن لوگوں سے سابقہ پڑا ہے زیادہ محتاط اور چالاک ہیں۔ اگر کہیں راہ میں اتفاقاً مجھ سے ملاقات بھی ہو جائے تو اجنبیوں کی طرح میرے قریب سے گزر جاؤ۔!“

”اور سنو.... آج وہاں ایک عجیب و غریب احمق بھی نظر سے گزرا میں اس کی طاقت دیکھ کر لرز گئی تھی۔ اس نے نائب صدر کی خر نشینی کے بعد انہیں گدھے سمیت اٹھا لیا تھا اور تقریباً دو منٹ تک اسی طرح اٹھائے کھڑا رہا تھا۔!“

”مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے.... اگر کوئی کام کی بات بتا سکتی ہو تو بتاؤ۔!“

”جب مجھے یہی نہیں معلوم کہ معاملے کی نوعیت کیا ہے تو میں کام کی بات کیسے بتا سکوں گی۔!“

”صدر نے تین ماہ کے لئے چھٹی کیوں لی ہے۔!“

”آہا.... یہ بھی بڑا دلچسپ قصہ ہے۔ صدر صاحب کا مطالبہ تھا کہ گدھا بدلا جائے۔ موجودہ گدھا ان کی صحت کے لئے مضر ثابت ہو رہا ہے۔ مجلس عاملہ اس پر تیار نہیں ہوئی۔ اس کے ارکان کی متفقہ رائے تھی کہ انہیں صفدر اور گدھے میں فرق نہ کرنا چاہئے۔ اگر گدھا بدلا جا سکتا ہے تو صدر بھی بدلا جا سکتا ہے۔ صدر صاحب نے اس سے اختلاف نہیں کیا۔ انہوں نے چھٹی لے لی تاکہ گدھا اور صدر دونوں بدل دیئے جائیں۔ لیکن نائب صدر نے ہوتے ہی اعلان کر دیا کہ گدھا نہیں بدلا جائے گا۔!“

”وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ وہ گدھا خود ان سے زیادہ معزز ہے۔ کیونکہ انجمن کے پہلے صدر کی سواری میں رہ چکا ہے۔!“

”اونہہ.... ختم کرو....!“ عمران بولا۔ ”یہ میرے لئے کام کی بات نہیں ہے.... اچھا ٹاٹا۔!“

اس نے ریسیور کریڈل میں ڈال دیا اور ایک طویل انگڑائی لے کر سونے کے کمرے کی طرف چلا گیا۔!

* * *

دوسری صبح جولیانافٹز واٹر کے توسط سے لیفٹیننٹ چوہان نے اسے اطلاع دی کہ آئیل اسٹیشن کے کچھ ذمہ دار لوگ حراست میں لے لئے گئے ہیں۔ ان پر الزام ہے کہ ان کی لاپرواہیوں کی بناء پر تیل ضائع ہو جاتا ہے۔ عمران نے یہ خبر سنی لیکن وہ اس کے متعلق کچھ سوچنا ہی بیکار سمجھتا تھا۔ کیونکہ اس کا نظریہ شروع ہی سے یہ رہا تھا کہ صرف آئیل فیلڈ والے اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔

اس دن وہ دن بھر شہر کی سڑکیں ناپتا رہا۔ یونہی بے مقصد.... شام کو جولیانافٹز واٹر کے فلیٹ میں جا پہنچا۔

جولیا تنہا ہی تھی۔ اس نے عمران کو دیکھتے ہی منہ پھیر لیا۔

"میں یہ کہنے آیا تھا کہ ایک تجارت میں شرکت کر لو۔ میں پیاز اور بینگن امپورٹ کرنے جا رہا ہوں۔!"

"تمہیں یہاں کس نے بلایا ہے۔!" جولیا جھلا کر مڑی۔

"تمہارے تیور سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ شامت کھینچ لائی ہے۔!"

"یہاں سے چلے جاؤ....!"

"کیوں....؟" عمران ایک آرام کرسی میں گرتا ہوا بولا۔

"کچھ نہیں میں تم سے نہیں ملنا چاہتی۔!"

"میں کب کہتا ہوں کہ ملو.... جہاں بیٹھی ہو وہیں بیٹھی رہو۔!"

وہ اب بھی اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

"میں نے صبح سے چائے نہیں پی۔!"

"تو پھر میں کیا کروں۔!" جولیا نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔ "کیا وہ عورت روشی تمہیں ایک کپ چائے بھی نہیں دے سکتی۔!"

"وہ عورت نہیں وہ میری خالہ ہے۔!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں فضول بکواس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ تم یہاں سے چلے جاؤ۔!"

"میں چائے پئے بغیر نہیں جاؤں گا خواہ کچھ ہو۔!"

---

جولیا اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر بیٹھ گئی۔ عمران کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

"کیوں؟ کیا اب تمہارے کانوں تک میری آواز بھی پہنچے گی۔!"

جولیا کچھ نہ بولی۔ عمران یہاں اس لئے نہیں آیا تھا کہ جولیا کے ساتھ وقت برباد کرتا وہ اُسے اپنے ساتھ فگارو لے جانا چاہتا تھا۔ فگارو.... جہاں مسز نعمانی نے شرابیوں کی سی ایکٹنگ کر کے بلیک زیرو کو دھوکا دیا تھا۔ عمران کو شبہ تھا کہ فگارو میں بھی ان لوگوں کا کوئی آدمی ضرور ہوگا۔ ورنہ مصنوعی شراب کیسے مہیا کی جاسکتی۔!

اسے مسز نعمانی کے بیان کی صداقت پر شبہ بھی نہ تھا.... کیونکہ اس نے اس رات اس میں ایسے آثار نہیں پائے تھے جن کا نشے کی حالت میں پایا جانا لازمی ہوتا ہے۔!

آج اس نے ارادہ کیا تھا کہ وہ وہاں چھان بین کرے گا.... اور اس کے لئے وہ جولیا کو ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن جولیا تو ہوا پر سوار تھی۔ عمران سوچ ہی رہا تھا کہ اسے کس طرح راہ پر لائے کہ فون کی گھنٹی بجی۔

جولیا نے اٹھ کر فون کا ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو.... یس اٹ از جولیا نافٹز واٹر.... اوہ.... اچھا....!" اور پھر وہ فوراً ہی سلسلہ منقطع کر کے نمبر ڈائیل کرنے لگی۔ عمران نے پہلی ہی نظر میں محسوس کر لیا کہ وہ دانش منزل کے نمبر تھے۔ اس نے دو تین بار نمبر ڈائیل کئے اور پھر جھنجھلائے ہوئے سے انداز میں ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ دانش منزل سے جواب کون دیتا۔ عمران تو یہاں موجود تھا۔ بہر حال اس نے جولیا کے چہرے پر بات پڑھ لی کہ اس کے پاس ایکس ٹو کے لئے کوئی اہم اطلاع ہے۔

"کیا بات ہے۔!" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"تم سے مطلب....!" جولیا جھلا کر مڑی۔

"تم آخر اتنی چڑچڑی کیوں ہو گئی ہو۔!"

"تمہیں اس سے بھی کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔!"

"ہائیں.... کیا میں وہی عمران نہیں ہوں جس نے تکرال کے راستے میں۔!"

"خاموش رہو.... میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔ میں تمہیں اپنا مضحکہ نہیں اڑانے دوں گی۔!"

”تمہاری مرضی....!“ عمران نے لاپرواہی سے اپنے شانوں کو جنبش دی اور اٹھتا ہوا بولا۔

”میں کل اسی وقت پھر آؤں گا۔!“

”آج کی چائے ادھار رہی۔!“

وہ دروازے کی طرف بڑھا اور دفعتاً جولیا کے چہرے سے ظاہر ہونے لگا جیسے وہ اسے روکنا چاہتی ہو۔ ایک بار ہونٹ بھی ہلے.... مگر عمران تو کبھی کا باہر آچکا تھا۔

”اس نے دانش منزل پہنچنے میں دیر نہیں کی اور وہاں پہنچ کر خود ہی جولیا کے نمبر ڈائیل کئے۔!“

”ہیلو جولیا۔!“ اس نے ایکس ٹو کی آواز میں کہا۔

”یس سر....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”میں کئی بار رنگ کر چکی ہوں۔!“

”ہاں.... میں موجود نہیں تھا۔ کوئی خبر....!“

”جی ہاں.... سارجنٹ نعمانی رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس کی ٹرنک کال پھر آئی تھی۔!“

”اچھا.... میں دیکھتا ہوں....!“ عمران نے کہا اور ریسیور رکھ کر ساؤنڈ پروف کمرے میں آیا۔ لیکن وہاں سے اپنے ٹرانس میٹر والا صندوق باہر اٹھا لانا پڑا۔ کیونکہ مسز نعمانی جاگ رہی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ سارجنٹ نعمانی سے گفتگو کر رہا تھا۔

”پرسوں صبح سے پائپ لائن کی مرمت کے لئے کھدائی شروع ہو جائے گی جناب۔!“

”تمہیں یقین ہے۔!“ عمران نے پوچھا۔

”مجھے یقین ہے جناب....!“

”کیا رنگون والا.... اب بھی وہیں موجود ہے۔!“

”جی ہاں.... وہ اپنی نگرانی میں کھدائی کرائے گا۔!“

”صفدر کہاں ہے....؟“

”یہیں ہے.... اور اس بنگلے میں مالی کی حیثیت سے کام کر رہا ہے جن میں رنگون والا نے قیام کیا ہے۔!“

”گڈ.... تم دونوں پر مجھے بے حد اعتماد ہے۔!“

”ہم شکر گزار ہیں جناب.. آپ جیسا قدر دان آفیسر بھی مشکل ہی سے نصیب ہوتا ہے۔!“

”میں عمران کو تمہاری مدد کے لئے بھیج رہا ہوں۔!“

”جیسا آپ مناسب سمجھیں.... مگر عمران وقت بہت برباد کرتا ہے۔!“ سارجنٹ نعمانی نے کہا۔

”لیکن وہ آج تک کسی بھی معاملے میں ناکام نہیں رہا۔ اس کا اعتراف تمہیں بھی ہوگا۔!“

”میں معافی چاہتا ہوں جناب....!“

”کوئی بات نہیں.... یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ تم کسی بات کو بھی بے چون و چرا تسلیم نہیں کر لیتے۔ کسی بھی معاملے پر ہر پہلو سے بحث کرنی چاہئے اچھا اور کچھ کہنا ہے تمہیں۔!“

”نہیں جناب....!“

عمران نے ٹرانس میٹر بند کر دیا اور پھر جولیا کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔

”تم دو گھنٹے بعد.... دانش منزل پہنچ جاؤ.... تمہیں کچھ دنوں تک یہیں قیام کرنا پڑے گا۔!“

”بہت بہتر جناب....!“ جولیا نے کہا۔ ”مگر....؟“

”پوری بات سنو....!“ عمران جھلا گیا۔ ”یہاں ایک قیدی ہے۔ اس کی نگرانی کرنی پڑے گی۔ وہ باہر نہ جانے پائے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر یہاں لایا گیا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ رہائی کے بعد اسے یہ نہ معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کہاں قید تھی۔!“

”میں سمجھ گئی.... جناب آپ مطمئن رہئے۔!“

”دانش منزل پہنچنے کے بعد ضرورت پڑنے پر تم مجھ سے ڈی سیون ساخت کے ٹرانس میٹر پر رابطہ قائم کر سکو گی۔!“

”بہت بہتر جناب....!“

”اب سوا سات بج رہے ہیں۔ تم ٹھیک دو گھنٹے بعد یہاں پہنچ جاؤ۔ وہ ساؤنڈ پروف کمرے میں ہے۔ اکثر وہ شور بھی مچانے لگتی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے تم اسے مورفیا کے انجکشن دے سکتی ہو۔!“

”تو وہ کوئی عورت ہے۔!“

”ہاں.... لیکن تم اس سے اس کے متعلق کچھ نہیں پوچھو گی ویسے تم اسے پہچانتی ضرور ہو گی۔ وہ محکمہ خارجہ کے ایک ڈپٹی سیکریٹری کی پرسنل اسسٹنٹ ہے۔!“

* * *

یہ سفر بہت زیادہ تھکا دینے والا ثابت ہوا تھا۔ عمران نے ٹیلی گرام کے چھوٹے سے اسٹیشن پر اتر کر اطمینان کا سانس لیا۔ حالانکہ سفر سات گھنٹے سے زیادہ کا نہیں تھا اور سردیوں کے دن تھے۔ لیکن دراصل اس ریگستان نے عمران کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔ جس سے گزر کر ٹرین یہاں تک پہنچی تھی۔

ابھی دس میل مزید طے کرنے تھے۔ اس نے کلائی کی گھڑی دیکھی اور اپنے ریت سے اٹے ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"دو گھنٹے اور....؟" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

اطلاع کے مطابق دو گھنٹے بعد ایک بس اسے آئیل فیلڈ تک لے جاتی.... اسے یہاں ریلوے اسٹیشن پہ اتنا پانی نہیں ملا تھا کہ وہ غسل کر سکتا۔ بہر حال چہرے پر کرکرانے والے ریت کے ذرات سے نجات مل گئی۔

اس علاقے میں تیل کے کنوئیں ہونے کی وجہ سے یہ ریلوے اسٹیشن قائم کیا گیا تھا۔ ورنہ ایسے اجاڑ ویرانے میں ریلوے اسٹیشن کا کیا کام۔

پھر بھی اس کا فاصلہ آئیل فیلڈ کالونی سے تقریباً دس میل تھا..... بعض ٹیکنیکل دشواریوں کی بناء پر اسٹیشن کالونی کے قریب ہی نہیں بنایا جاسکا تھا.... ریلوے اسٹیشن سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک آئیل اسٹیشن بھی تھا جسے ایک دس میل لمبی پائپ لائن تیل صاف کرنے کے کارخانے سے ملاتی تھی! اور یہی وہ آئیل اسٹیشن تھا جہاں سے بندرگاہ والے آئیل اسٹیشن کے لئے پائپ لائن کے ذریعے تیل روانہ کیا جاتا تھا۔

لیکن عمران نے اس وقت اس کی طرف دھیان بھی نہیں دیا......! تقریباً دو گھنٹے تک اسے مکھیاں مارنی پڑیں...... اور پھر وہ بس میں بیٹھ کر کالونی کی طرف روانہ ہو گیا۔

اسے خدشہ تھا کہ کہیں اس گروہ کے کسی ایسے آدمی سے مڈبھیڑ نہ ہو جائے جو اسے پہچانتا ہو! کیونکہ ایک بار وہ بلیک زیرو کی وجہ سے کم از کم تین آدمیوں کی نظروں میں تو آہی چکا تھا اور ان تین آدمیوں میں رنگون والا بھی شامل تھا۔

عمران سوچنے لگا کہ اسے میک اپ کے بغیر کالونی میں نہ داخل ہونا چاہئے مگر اب یہ ایک

مشکل کام تھا پہلے اس نے سوچا تھا کہ وہ اسٹیشن ہی پر میک اپ کر لے گا! وہ سمجھتا تھا کہ وہاں اونچے درجے کے مسافروں کے لئے (چھوٹا موٹا ہی سہی) ویٹنگ روم ضرور ہوگا...... لیکن وہاں تو خاک اڑ رہی تھی۔

ٹین کا ایک سائے بان تھا جس کے نیچے مسافروں سے زیادہ آزاد کتے نظر آتے تھے۔

وہ الجھن میں پڑ گیا...... کافی دیر تک الجھتا رہا...... لیکن پھر یک بیک اس نے چیخ کر بس کنڈیکٹر سے کہا!

"مجھے یہاں اترنا ہے۔!"

بس کی رفتار کم ہو گئی۔ لیکن بس کنڈیکٹر نے کہا۔ "یہاں اس ویرانے میں کہاں اتریئے گا۔"

"اوہ یہاں اس تالاب کے کنارے دادا جان مرحوم کی قبر ہے.... فاتحہ کروں گا۔!" عمران نے سر ہلا کر احمقانہ انداز میں کہا۔

"مگر.... پھر آپ کو کوئی بس یہاں سے نہیں ملے گی۔ یہ آخری راؤنڈ ہے۔" بس کنڈیکٹر نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "اور کالونی یہاں سے تقریباً تین میل دور ہے۔!"

بس رک چکی تھی.... عمران اپنا سوٹ کیس سنبھال کر اترتا ہوا بولا۔

"بہت بہت شکریہ.... میں پیدل ہی چلا جاؤں گا۔ مگر دادا جان کو شکایت کا موقعہ دینا میرے بس سے باہر ہے۔!"

بس آگے بڑھ گئی.... اور جب تک وہ اگلی ڈھلان پر نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی عمران وہیں کھڑا رہا۔

سورج مغرب میں جھک رہا تھا اور اب دھوپ میں تمازت نہیں رہ گئی تھی۔ عمران اس تالاب کی طرف بڑھا جسے دیکھ کر وہاں اسے دادا جان مرحوم کی قبر پیدا کرنی پڑی تھی۔

گو تالاب کا پانی گدلا تھا۔ لیکن اس کی خنکی نے اسے پھر سے تروتازہ کر دیا۔ وہ تقریباً بیس منٹ تک نہاتا رہا۔ پھر دفعتاً خیال آیا کہ سورج غروب ہونے سے قبل ہی اسے میک اپ کر لینا چاہئے۔ ورنہ پھر اس کے لئے روشنی کہاں سے لائے گا۔!"

میک اپ بڑا شاندار رہا۔ وہ اب پروفیسروں کی سی وضع کا ایک سنجیدہ آدمی نظر آ رہا تھا۔ ٹھوڑی پر بھورے رنگ کی فرنچ کٹ ڈاڑھی تھی اور باریک مونچھیں.... آنکھوں پر ریم لیس فریم

کا چشمہ تھا.. . اور بائیں شانے سے ایک کیمرہ لٹک رہا تھا۔ اس نے سوٹ کیس اٹھایا اور چل پڑا۔

◆

روشی بہت جلدی میں تھی۔ اس لئے وہ اپنے ایک ملنے والے سے کترا کر سڑک سے گلی میں مڑ گئی۔ اسے دراصل دار الحمق پہنچنا تھا۔ کیونکہ آج وہ ممبری کا فارم پر کرنے والی تھی۔

وہ بوڑھا آدمی جس کی وساطت سے وہ وہاں تک پہنچی تھی۔ ہال میں موجود ملا۔ حقیقت تو یہ تھی کہ روشی ممبر بننے کے لئے اتنی بے تاب نہیں تھی جتنی کہ ایک ممبر کے حیرت انگیز کمالات دیکھنے کے لئے بے چین تھی یہ وہی ممبر تھا جس کے متعلق اس نے عمران کو بتایا تھا کہ اس نے قائم مقام صدر کو گدھے سمیت اٹھالیا۔

روشی آج سے دو دن پہلے یہاں آئی تھی اور اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ آج اپنی غیر معمولی طاقت کا مظاہرہ کرے گا۔

لیکن جب بوڑھے نے یہ بتایا کہ وہ اچانک بیمار پڑ گیا ہے تو روشی کو بڑی مایوسی ہوئی۔

بوڑھے نے کہا۔ "اب وہ کافی عرصہ تک ہمیں اپنے کمالات نہ دکھا سکیں گے۔!"

"کیوں....!"

"میرا خیال ہے کہ وہ بہت زیادہ بیمار ہو گئے ہیں۔!"

"مجھے بہت افسوس ہے۔!"

"یہاں کے سارے احمق ان کے لئے مغموم ہیں۔!" بوڑھے نے جیب سے فارم نکالتے ہوئے کہا۔ "خیر اب آپ اسے بھر دیجئے۔!"

روشی فارم بھرنے لگی۔ اس میں ہر قسم کی تفصیلات کے کالم تھے۔ لہٰذا روشی "پیشہ" کا کالم بھرتے وقت ہچکچائی.... وہ سوچنے لگی تھی کہ یہاں وہ سچائی سے کام لے یا "فراڈ" کرے۔

شاید ایک منٹ گزر جانے ہی پر وہ فیصلہ کر سکی کہ اسے جھوٹ کو دخل نہ دینا چاہئے۔ فارم پر کرنے کے بعد اس نے اسے بوڑھے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "دیکھئے کوئی غلطی تو نہیں رہ گئی۔!"

بوڑھا اسے کچھ دیر تک دیکھتا رہا پھر بولا۔ "تو آپ محکمہ خارجہ سے تعلق رکھتی ہیں۔!"

"جی ہاں....!"

"یہاں محکمہ خارجہ کی کئی خواتین ممبر ہیں۔ آپ انہیں جانتی ہیں۔ مسز نعمانی کو.... وہ کئی دنوں سے نظر نہیں آئیں۔!"

"مسز نعمانی....!" روشی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "ہاں میں ان کی صورت آشنا ضرور ہوں۔ لیکن آج تک گفتگو کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔!"

"میرا خیال ہے کہ وہ ترقی پا کر کہیں اور چلی گئی ہیں ورنہ یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ یہاں نہ آتیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بیمار پڑ گئی ہوں۔!"

"پتہ نہیں.... میں نے شاید کئی دنوں سے انہیں آفس میں بھی نہیں دیکھا۔!"

"وہ اختلاج قلب کی مریضہ تھی۔ لیکن اس انجمن میں داخل ہوتے ہی ان کی صحت بھی بہتر ہونے لگی تھی۔!"

"آہا کیوں نہیں....!" روشی ہنس پڑی اور پھر بولی۔ "میں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ کیلشیم کے انجکشن لینے کی بجائے احمقوں کی انجمن کی ممبر بن جاؤں۔!"

"اب آپ کو کیلشیم کے انجکشن نہیں لینے پڑیں گے۔!" بوڑھے نے سنجیدگی سے کہا اور روشی اس طرح مطمئن نظر آنے لگی جیسے سچ مچ کیلشیم کے انجکشن لینے والی تھی۔

دفعتاً اسے عمران کی ہدایت یاد آئی اور وہ چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ قائم مقام صدر صاحب گدھے پر سوار ہال میں چہل قدمی فرما رہے تھے اور کلب کی خواتین ممبر انہیں بری طرح چھیڑ رہی تھیں۔ جب وہ بہت زیادہ جھینپ جاتے تو دانتوں میں انگلی دبا کر نظریں جھکائے ہوئے اس طرح مسکراتے کہ ان پر سے ہزاروں لڑکیوں کا کنوارا پن صدقے اتر جاتا۔

اچانک ایک نوجوان عورت ہال میں داخل ہوئی اور سیدھی صدر صاحب کے پاس چلی آئی۔ پہلے اس نے جھک کر ان کے گدھے کو سلام کیا پھر اپنا جوتا اتار کر اسے صدر صاحب کے چہرے کے قریب لے گئی۔ روشی کی توجہ اس وقت انہیں دونوں کی طرف تھی۔ یک بیک اسے کچھ شبہ ہوا اور وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

صدر صاحب کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ جوتے کے اندر کوئی چیز دیکھ کر مبہوت رہ گئے ہوں۔

پھر انہوں نے سر کو خفیف سی جنبش دی اور عورت نے جوتا پہن لیا۔

یہ بھی بڑی عجیب بات تھی کہ پھر وہ سیدھی اسی میز پر آئی جس کے قریب روشی اور اس کا

ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ بوڑھے نے مسکرا کر سر کو خفیف سی جنبش دی اور عورت کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"یہ ہماری نئی ممبر مس روشی ہیں۔" بوڑھے نے دونوں کا تعارف کرایا۔ "اور یہ مسز گوہن۔!"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر....!" روشی نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

"مجھے بے حد افسوس ہوا ہے آپ سے مل کر....!" عورت نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "بھلا روشی بھی کوئی نام ہے.... اس نام کو سن کر ذہن میں کسی حاملہ بلی کا تصور ابھرتا ہے۔!"

"کیا....؟" روشی کو یک بیک غصہ آگیا۔

"صبر.... صبر....!" بوڑھا اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ "مسز گوہن بہت پرانی احمق ہیں۔!" یک بیک روشی کو یاد آگیا کہ دستور کے مطابق پرانے احمق نئے احمقوں کو غصہ ضرور دلاتے ہیں۔

وہ ہنسنے لگی۔ لیکن اس ہنسی میں اب بھی جھلاہٹ کی آمیزش تھی۔ بہر حال اس نے خوش مزاج بننے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کا نام بے حد حسین ہے کیا آپ مجھ سے شادی کرنا پسند کریں گی۔!"

"گڈ.... ویری فائین....!" بوڑھا آہستہ سے بڑبڑایا۔

عورت نے شرمیلے انداز میں کہا۔ "ہٹو.... بے شرم۔!" اور میز سے اٹھ گئی۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ روشی بھی اٹھ کر اس کی طرف لپکی۔

"سنو تو.... سہی.... ڈارلنگ....!"

آخر کار باہر نکلتے نکلتے اس نے اسے جا ہی لیا!

"تم خفا ہو گئیں پیاری۔!" روشی اس کے شانے پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی۔ "اتنا ظلم نہ کرو ورنہ میں بے موت مر جاؤں گی۔!"

"ہٹو.... تم بے وفا معلوم ہوتی ہو۔!" عورت نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"میں تمہیں اپنے گھر لے چلوں گی ڈارلنگ....!" روشی اس کا ہاتھ پکڑتی ہوئی بولی۔

"میں تو ہرگز نہیں جاؤں گی.... تم مجھے خطرناک معلوم ہوتی ہو۔!"

"چلو ڈارلنگ.... ورنہ میں مر جاؤں گی۔ میں نے آج کتے کے پلے کے کباب تیار کئے ہیں۔ تمہیں بکری کے پیشاب کی چائے پلاؤں گی۔ چلو بھی ضد نہ کرو ورنہ میں یہیں خودکشی کرلوں گی۔!"

روشی نے ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا۔ وہ ان کے قریب ہی آکر فٹ پاتھ سے لگ گئی۔

"چلو....!" روشی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ٹیکسی کی طرف کھینچا۔

"مجھے فرصت نہیں ہے۔!" عورت نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"آہا.... تمہیں غصہ آرہا ہے.... ڈارلنگ....!" روشی ہنس پڑی۔

"نہیں.... تو....!" عورت بھی ہنسنے لگی۔ اتنی دیر میں روشی نے اسے پچھلی سیٹ پر دھکیل دیا اور خود بھی بیٹھ گئی۔ ساتھ ہی اس نے ڈرائیور کو عمارت کا پتہ بتایا۔

ٹیکسی چل پڑی.... اور مسز گوہن نے کہا۔ "سچ مچ مجھے ایک ضروری کام درپیش تھا۔!"

"احمقوں کو اس کی پرواہ نہ ہونی چاہئے کہ کوئی کام کب ہوتا ہے۔!" روشی نے کہا اور مسز گوہن خاموش ہو گئی۔ مگر کبھی اس کے چہرے پر بے بسی کے آثار نظر آتے اور کبھی آنکھوں سے جھلاہٹ جھانکنے لگتی۔

پندرہ منٹ بعد روشی اپنے نئے فلیٹ میں پہنچ گئی۔ دروازہ مقفل کرنے کے بعد اس نے مسز گوہن کی طرف مڑ کر کہا۔ "اب براہِ کرم اپنے جوتے اتار دو۔!"

"کیا مطلب....!" وہ اسے گھورنے لگی۔

"یہی مطلب کہ بعض اوقات نئے احمق بھی دور کی کوڑی لاتے ہیں۔!"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔!"

"اوہ.... نو نو.... ڈیئر.... تمہیں پھر غصہ آرہا ہے۔!" روشی چڑانے والے انداز میں بولی۔ "اگر تم خود جوتے نہ اتارو گی تو مجھے تشدد کرنا پڑے گا۔ اگر غل غپاڑہ مچاؤ گی تو پڑوسیوں سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ تم میری بہن ہو لیکن تمہارے دماغ میں فتور ہے۔ میری طرح تم بھی یوریشین ہو اس لئے پڑوسیوں کو فوراً یقین آجائے گا۔!"

مسز گوہن نے اپنا وینٹی بیگ کھولنا چاہا لیکن روشی نے بڑی پھرتی سے اس پر ہاتھ ڈال دیا اور

اسے چھین لینے میں کامیاب بھی ہو گئی۔

"میں جانتی ہوں کہ اس میں پستول ہو گا۔!" روشی نے ہنس کر کہا۔ "تم خواہ مخواہ وقت برباد کر رہی ہو۔ میں تمہارے جوتے ضرور اترواؤں گی۔!"

اس نے وینٹی بیگ ایک طرف اچھال دیا اور مسز گوہن کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔ مسز گوہن دانت پیس کر بولی۔

"کیا تمہاری شامت آئی ہے۔!" روشی ہنس پڑی۔ "یہ بہت بُری بات ہے۔ تم انجمن کے نام پر دھبہ لگا رہی ہو۔!"

"انجمن کی بچی میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔!" یک بیک مسز گوہن اس پر جھپٹ پڑی۔ لیکن شاید روشی پہلے ہی سے اس کے لئے تیار تھی۔ اس نے الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا اور وہ دیوار سے جا ٹکرائی۔

"جوتے اتارو....!" روشی نے سرد لہجے میں کہا۔

وہ پھر جھپٹی اور اس بار منہ پر گھونسہ کھانے کے باوجود بھی لپٹ ہی پڑی۔ روشی جو عمران کی صحبت یافتہ تھی اس کی دھینگا مشتی کو کب خاطر میں لا سکتی تھی۔ ذرا ہی سی دیر میں مسز گوہن فرش پر تھی اور روشی اسے بُری طرح رگڑ رہی تھی۔ لیکن مسز گوہن نے نہ تو شور مچایا اور نہ اسے گالیاں ہی دیں۔ وہ اس کوشش میں تھی کہ کسی طرح اس کی گرفت سے نکل جائے۔ مگر یہ کسی طرح بھی ممکن نہ ہوا۔ روشی اسے رگڑتی ہی رہی اور آخر کار مسز گوہن کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے۔ روشی نے اسے سست ہوتے دیکھ کر اس کے بال مٹھیوں میں جکڑے اور تین چار بار اس کا سر فرش سے ٹکرا دیا۔

مسز گوہن بیہوش ہو چکی تھی۔ روشی نے نہایت اطمینان سے اس کے جوتے اتارے اور پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ داہنے پیر کے جوتے میں کاغذ کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا تھا جس پر تحریر تھا۔

"نئی عورت روشی سے ہوشیار رہو۔ یہ پہلے عمران کے ساتھ رہتی تھی جو اکثر پولیس کے لئے کام کرتا رہتا ہے اور وہ ہمارے چکر میں بھی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مسز نعمانی اسی کے قبضے میں ہے۔ ہر وقت ہوشیار رہو۔!"

روشی نے ایک طویل سانس لی اور بے ہوش عورت کی طرف دیکھنے لگی وہ سوچ رہی تھی کہ اب کیا کیا جائے۔

آج اس نے عمران کے بتائے ہوئے نمبر پر کئی بار رنگ کیا تھا۔ لیکن دوسری طرف سے کسی عورت کی آواز آئی تھی اور ہر بار روشی نے کچھ کہے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔ ویسے اسے عمران پر غصہ بھی آیا تھا۔ نہ جانے کیوں وہ اسے برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ عمران کا تعلق کسی عورت سے ثابت ہو حالانکہ اس نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ خود ان دونوں کے تعلقات دوستانہ تعلقات کے علاوہ اور کچھ ہوں۔

اس نے اس وقت پھر اسی نمبر پر رنگ کیا۔ لیکن پھر کسی عورت کی آواز آئی اور اس نے کچھ کہے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر اچانک اسے کیپٹن خاور کا نمبر یاد آ گیا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ عمران کا ماتحت ہے اور اسے اس کا علم بھی تھا کہ آج کل عمران خود بھی اپنے ماتحتوں میں شامل ہو گیا ہے۔!"

اس نے کیپٹن خاور کے نمبر ڈائیل کئے اور اتفاق سے وہ مل ہی گیا۔

"میں روشی بول رہی ہوں کیپٹن....!"

"کون روشی۔!" دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔

"اوہ.... میں جو عمران کے ساتھ رہتی ہوں۔!"

"اچھا.... اچھا.... کیا بات ہے۔!"

"آج کل عمران جس کیس کے سلسلے میں مشغول ہے۔ اسی سے متعلق ایک شکار ہاتھ لگا ہے اور میں نے اس کے پاس سے ایک بہت ہی اہم تحریر برآمد کی ہے مگر اب سوچ رہی ہوں کہ اس شکار کا کیا بنے۔ اگر یہ اپنے آدمیوں میں واپس پہنچ گئی تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔!"

"کیا تم عمران کے فلیٹ سے بول رہی ہو۔!"

"نہیں....!" روشی نے کہا اور پھر اسے اپنا نیا پتہ بتاتی ہوئی بولی۔ "قبل اس کے کہ وہ ہوش میں آئے....!"

"ہاں ہاں میں سمجھتا ہوں۔!" خاور نے دوسری طرف سے کہا۔ "میں دس منٹ کے اندر ہی اندر وہاں پہنچ رہا ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔!"

روشی نے ریسیور رکھ کر اطمینان کا سانس لیا۔

* * *

عمران کا قیام کالونی کے سب سے زیادہ مہنگے ہوٹل میں تھا۔ اس نے ڈی سیون ٹرانس میٹر پر سارجنٹ نعمانی سے رابطہ قائم کر لیا تھا اور اس طرح اسے صفدر کے متعلق بھی معلومات حاصل ہو گئی تھیں۔ صفدر اب بھی اسی بنگلے میں مالی کی حیثیت سے کام کر رہا تھا جس میں رنگون والا اور اس کے ساتھی ٹھہرے تھے۔ اطلاع کے مطابق پہلے وہ تنہا ہی تھا مگر آج رات تک اس کے چھ ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔

دوسرے دن سے پائپ لائن کی کھدائی شروع ہونے والی تھی۔ عمران نے سارجنٹ نعمانی سے کہا۔

"میں تم سے کل صبح وہیں ملوں گا.... جہاں مرمت کے لئے کھدائی کی جائے گی۔!

"وہاں شاید پرندہ پر نہ مار سکے عمران صاحب۔!"

"ایسا نہ کہو.... ورنہ مجھے پرندوں کا بھی انتظام کرنا پڑے گا۔!"

"جہاں کھدائی ہونے والی ہے اس جگہ کو خاردار تاروں سے گھیر دیا گیا ہے۔!"

"اوہ کسی مخصوص حصے کو....!" عمران نے حیرت سے کہا۔

"ہاں.... مسٹر عمران یہ بات قابل غور ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس جگہ کا رقبہ زیادہ سے زیادہ سو گز ہو گا۔!"

"بہت دلچسپ.... پھر تم کس نتیجے پر پہنچے ہو۔!"

"نتیجے پر پہنچنا ایکس ٹو کا کام ہے۔!" نعمانی نے کہا۔

"مگر فی الحال تم ایکس ٹو سے رابطہ قائم نہ کر سکو گے۔ کیونکہ وہ دانش منزل میں نہیں ہے۔!"

"کچھ بھی ہو.... مجھے اتنا ہی کام کرنا ہے جتنا میرے سپرد کیا گیا ہے۔!"

"اچھی بات ہے۔!" عمران نے کہا اور ٹرانس میٹر بند کر دیا۔

وہ صفدر کا پتہ پہلے ہی معلوم کر چکا تھا اور اب سوچ رہا تھا کہ اس سے بھی ملنا ہی چاہئے۔ ممکن ہے اس کے پاس اس سے بھی زیادہ اہم اطلاعات ہوں۔ جنہیں اس نے نعمانی کے ذریعہ ایکسٹو

اور عمران تک پہنچانا مناسب نہ سمجھا ہو۔ وہ اس پارٹی میں عمران کے علاوہ اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر عمران ایکس ٹو نہیں ہے تو اس سے کم بھی نہیں ہے۔!

عمران تقریباً ساڑھے نو بجے اپنے کمرے سے نکل کر ڈائننگ ہال میں آیا چند لمحے کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر صدر دروازے کی طرف بڑھا۔ پہلے اس نے سوچا تھا کہ رات کا کھانا کھائے بغیر باہر نہیں جائے گا۔ لیکن پھر یہی مناسب سمجھا کہ کالونی کے کسی چھوٹے ہوٹل میں جہاں ہر طبقے کے آدمی نظر آتے ہوں کھانا کھائے۔!

دروازے کے قریب پہنچ کر اس کی نظر دفعتاً بائیں جانب اٹھ گئی اور پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ وہیں ٹھٹھک گیا۔ قریب ہی ایک میز پر وہ آدمی تنہا تھا جس پر نظر پڑتے ہی عمران کے قدم رک گئے تھے۔ اس نے بھی عمرا [illegible] ں رکتے اور خود کو گھورتے دیکھ لیا تھا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ بالکل اسی انداز میں جیسے خود کو پیش آنے والے حادثے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کر رہا ہو۔

عمران اس کی میز کی طرف بڑھا.... دوسرے آدمی کا داہنا ہاتھ جیب میں چلا گیا۔

"کیا ریوالور نکال رہے ہو.... پیارے۔!" عمران ایک کرسی کھینچ کر بیٹھتا ہوا بولا۔

"میرے خدا....!" دوسرے آدمی نے حیرت سے کہا۔ "آپ ہیں عمران صاحب اُف فوہ.... کیا میک اپ ہے اگر آواز بدلنے کی کوشش کرتے تو شاید میں اب بھی دھوکے ہی میں ہوتا۔!"

"مگر.... تم ابھی تک اناڑی ہو مسٹر صفدر....!"

"یقیناً....!" صفدر سر ہلا کر بولا۔ "میرے میک اپ میں کوئی خامی رہ گئی ہے۔ ورنہ آپ پہچانتے ہی کیوں۔!"

"آنکھیں....!" عمران آہستہ سے بولا۔ "تم اگر کوشش بھی کرو تو غور سے دیکھنے والوں کی نظروں سے نہیں بچ سکتے.... آنکھوں کی بناوٹ کو بدل دینا بہت مشکل کام ہے۔!"

"لیکن آپ یہ بھی کر لیتے ہیں۔!"

"نہیں.... اگر میں کسی وقت بھی خالی الذہن ہو جاؤں تو فوراً پہچان لیا جاؤں گا۔ میں دراصل آنکھوں کو سکوڑے رہتا ہوں۔!"

"یہی کیا کم ہے.... میں شاید تین منٹ تک بھی ایسا نہ کر پاؤں۔!"

"ایشیا میں صرف ایک آدمی ہے جو آنکھوں کے میک اپ میں بھی قادر ہے۔!"

"کون....!"

"کرنل فریدی۔!"

"ارے.... اس کا کیا کہنا۔!" صفدر سر ہلا کر بولا۔ "جگت استاد ہے۔ مگر میں نے سنا ہے کہ وہ کوئی معمر آدمی نہیں ہے۔!"

"معمر ہونے کے بعد وہ بھی ناکارہ ہو جائے گا۔!" عمران نے کہا اور پھر جلدی سے بولا۔ "ہاں تم یہاں کیا کر رہے ہو۔!"

"ان کی نگرانی.... وہ کیبن نمبر پندرہ میں ہیں.... اس وقت میں ان کے متعلق بہت کچھ معلومات فراہم کر چکا ہوں۔ مجھے دراصل آپ ہی کا انتظار تھا۔ نعمانی سے معلوم ہوا تھا کہ ایکس ٹو آپ کو یہاں بھیج رہا ہے۔!"

"کیا وہ آٹھوں اسی کیبن میں ہیں۔!"

"نہیں.... رنگون والا ایک اسسٹنٹ انجینئر.... اور ایک لڑکی جو رنگون والا کے بیان کے مطابق اس کی لڑکی ہے۔!"

"قصہ دراصل یہ ہے کہ فیلڈ انجینئر یک بیک بہت زیادہ بیمار ہو گیا ہے۔ اب اس کی بجائے اس کا ایک اسسٹنٹ مرمت کی دیکھ بھال کرے گا۔ پچھلی رات انجینئر کی اچانک علالت نے انہیں بہت زیادہ سراسیمگی میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ اس خبر کے سنتے ہی پریشان ہو گئے تھے۔ لہٰذا پچھلی رات انہوں نے ایک پروگرام بنایا ہے.... یہ لڑکی جوان کے ساتھ کیبن میں موجود ہے۔ کل اسسٹنٹ انجینئر کو وہاں سے ہٹا لے جائے گی۔!"

"اسسٹنٹ انجینئر بھی وہی ہے جو مرمت کی دیکھ بھال کرے گا۔ اس وقت یہ لڑکی رنگون والا کی لڑکی کی حیثیت سے اس سے متعارف کرائی گئی ہے حالانکہ یہ اس کی لڑکی ہرگز نہیں ہے۔!"

"تو اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ فیلڈ انجینئر ان سے ملا ہوا ہے.... اسی لئے اس کی علالت کی وجہ سے انہیں پروگرام میں تبدیلی کرنی پڑی ہے۔!"

"جی ہاں.... اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔!"

"اور کچھ....؟"

---

"اب میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ لوگ کسی غیر ملک کے لئے کام کر رہے ہیں۔!"

عمران کچھ نہ بولا.... اس نے اشارے سے ایک ویٹر کو بلا کر کہا "دو آدمیوں کے لئے کھانا لاؤ۔!"

"میں کھا چکا ہوں....!" صفدر بولا۔

"خیر ایک کے لئے سہی....!"

"کیا لاؤں جناب....!"

"بینگن کا بھرتا اور خمیری روٹیاں۔!"

ویٹر ہنسنے لگا.... لیکن صفدر نے جلدی جلدی مینو پر نظر ڈال کر کچھ چیزیں لانے کو کہا۔ ویٹر چلا گیا اور صفدر نے مسکرا کر عمران کی طرف دیکھا جو ایک موٹی سی لمبی سیاہ فام عورت کو گھور رہا تھا۔

"خیریت.... عمران صاحب۔!" صفدر نے آہستہ سے پوچھا۔ "کیا اس عورت کے نصیب جاگنے والے ہیں۔!"

"اس کے نصیب بھی اتنے ہی موٹے ہوں گے۔ لہٰذا اگر جاگے بھی تو کیا فائدہ۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"اب آپ کیا سوچ رہے ہیں۔!"

"یہی کہ رنگون والا کی لڑکی شکل و شباہت میں کیسی ہوگی۔!"

"بہت حسین.... عمران صاحب۔ بس دیکھئے تو دیکھتے ہی رہ جائیے۔!"

"کیا دھوپ کا چشمہ لگا کر دیکھنے سے بھی یہی کیفیت ہو سکتی ہے۔!" عمران نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔!" صفدر نے اتنی ہی سنجیدگی سے جواب دیا اور پھر جھینپے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔ لیکن عمران کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔

"کیا رنگون والا کے ساتھیوں میں وہ دو آدمی بھی ہیں جو اس رات مسز نعمانی کے ساتھ تھے۔!"

"نہیں.... وہ ان چھ آدمیوں میں نہیں ہیں مگر....!"

“مگر کیا....؟”

“ان میں ایک آدمی غیر معمولی طور پر طاقتور ہے.... اور وہ صورت سے بھی بہت زیادہ خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ پچھلی رات اس نے تین آدمیوں کو ایک میز پر بٹھا کر میز سمیت اٹھالیا تھا۔ عجیب و غریب منظر تھا۔ میز اس کے دونوں ہاتھوں پر رکھی ہوئی تھی اور وہ اسے سر سے اونچا اٹھائے کھڑا تھا۔ اس کا قول ہے کہ کھانے سے قبل اس قسم کی ورزش بھوک خوب لگاتی ہے۔!”

عمران خاموش رہا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس تذکرے سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

“میرا خیال ہے کہ رنگون والا کے بنگلے کے علاوہ بھی کہیں اور تمہارا قیام ہوگا۔!”

“ہاں ایک معمولی سے ہوٹل میں....!”

“مگر اتنی جلدی تمہیں بنگلے کی ملازمت کیسے مل گئی تھی۔!”

“کیسی ملازمت....!” صفدر ہنس پڑا۔ “میں تو بس یونہی وہاں جا گھسا تھا۔ شاید ان کی آمد سے پہلے بھی وہ خالی ہی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی نے بھی میری طرف دھیان نہیں دیا۔ ممکن ہے وہ سوچتے ہوں کہ مالی پہلے ہی سے رہا ہوگا۔!”

“صفدر کہیں تم حماقت تو نہیں کر بیٹھے.... یہ لوگ بے حد چالاک ہیں۔ میں نے اب تک یہی محسوس کیا ہے۔!” عمران نے کہا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔

“ارے ایسا بھی کیا۔!” صفدر جلدی سے بولا۔ “اگر یہ بات ہوتی تو اب تک میں نہ جانے کہاں ہوتا۔!”

“ہو سکتا ہے.... وہ اس آدمی کے چکر میں ہوں۔!”

“کس آدمی کے چکر میں۔!”

“عمران کے....!” عمران آہستہ سے بولا۔

“میرا خیال ہے کہ وہ آپ سے واقف ہی نہیں ہیں۔!”

“یہ کیسے کہہ سکتے ہو۔!”

“کبھی تو تذکرہ آیا ہوتا.... نہیں وہ ہم سے قطعی بے خبر ہیں۔!”

“خیر دیکھا جائے گا۔!” عمران نے ایک طویل سانس کے ساتھ کہا اور خاموش ہو گیا۔ کیونکہ

ویٹر کھانے کی ٹرے اٹھائے ہوئے ان کی طرف آرہا تھا۔

ویٹر کے چلے جانے پر عمران نے ایک قاب کا سرپوش ہٹایا اور ایک تحیر زدہ سی آواز کے ساتھ اس پر جھک پڑا۔ قاب خالی تھی یعنی اس میں کسی ترکاری یا سالن کی بجائے کاغذ کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا تھا اور اس پر پنسل سے تحریر تھا۔

“تم دونوں خاموشی سے اٹھ کر بائیں جانب والے دروازے سے نکل جاؤ خطرہ ہے۔ تم پہچان لئے گئے ہو۔ دروازے سے نکلنے میں جلدی کرنا۔ مگر بہت احتیاط سے.... ادھر اندھیرا ہے۔ دس قدم کے فاصلے پر ایک ٹرک موجود ہے۔ احتیاط سے اس پر بیٹھ جاؤ۔ ٹرک ہی میں ڈرائیو کروں گا۔ اگر میں اس وقت یہاں موجود نہ ہوتا تو صبح کہیں قریب ہی تمہاری لاشیں پائی جاتیں۔!”

“ہو گئی شادی۔!” عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور قاب صفدر کی طرف کھسکا دی۔

“یہ کیا مصیبت۔!” صفدر اسے پڑھ کر بڑبڑایا۔ “یہ شاید نعمانی کی تحریر ہے۔!”

“شاید کیوں....؟ کیا تمہیں یقین نہیں ہے۔!”

“نہیں اس کی اردو رائٹنگ آج تک میری نظروں سے نہیں گزری۔!” صفدر بولا۔

“یہی حال ادھر بھی ہے۔ میں بھی صرف اس کی انگریزی تحریریں ہی دیکھتا رہا ہوں۔!” عمران نے تشویش کن لہجے میں کہا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔

“چلو اٹھو....!”

“لیکن اگر یہ دھوکا ہوا تو....!” صفدر نے آہستہ سے کہا۔

“تو اس کی ذمہ داری سراسر تم پر ہوگی۔ تم نے اتنی بے احتیاطی سے کام کیوں لیا کہ انہیں تمہارے متعلق علم ہو گیا۔!”

“نہیں وہ نعمانی ہی ہوگا۔!” صفدر پھر بڑبڑایا۔

“کوئی بھی ہو۔!” عمران نے کہا۔ “یہاں بیٹھے رہنے میں بھی عافیت نہیں ہے۔ اگر یہ فریب ہے تو یہاں اس ہوٹل میں بھی لازمی طور پر ان کے آدمی موجود ہوں گے.... اور پھر میری پرانی عادت ہے کہ میں ہمیشہ کھلی ہوا میں مرنا پسند کرتا ہوں۔!”

وہ دونوں اٹھے اور بائیں جانب والے آخری دروازے سے باہر نکل آئے۔ یہاں حقیقتاً اندھیرا تھا سامنے ہی انہیں ٹرک دکھائی دیا.... عمران نے صفدر کا ہاتھ دبا کر آہستہ سے کہا۔ “جیسے ہی

ٹرک حرکت میں آئے کود جانا۔!"

"اس سے فائدہ....!"

"بکواس مت کرو....!" عمران نے کہا اور اچھل کر ٹرک پر چڑھ گیا صفدر نے بھی اس کی تقلید کی۔ پھر جیسے ہی ٹرک حرکت میں آیا دونوں نے نیچے چھلانگیں لگا دیں۔ ٹھیک اسی وقت قریب ہی سے دو فائر ہوئے وہ دونوں بال بال بچے اور انہوں نے ایک سمت دوڑنا شروع کر دیا۔ عمران ٹرک سے اتر کر ویرانے کی طرف ہولیا صفدر اس کے علاوہ اور کر ہی کیا سکتا تھا کہ بے چوں وچرا اس کا ساتھ دیتا رہتا۔

کچھ دیر بعد وہ ایک جگہ دم لینے کے لئے رکا۔ صفدر بری طرح کانپ رہا تھا۔ عمران نے ویرانے کا رخ کر کے غلطی نہیں کی تھی۔ اگر وہ بستی کی طرف جاتے تو ان کا مار لیا جانا یقینی تھا۔ کیونکہ اس صورت میں وہ روشنی میں ہوتے ویرانے کے اندھیرے ہی نے انہیں بچایا تھا۔

"دیکھا تم نے....!" عمران بولا۔

"دیکھ لیا....!" صفدر نے جواب دیا۔ "مگر شاید ہم حماقت ہی کے مرتکب ہوئے ہیں۔!"

"کیوں....؟"

"میرا خیال ہے کہ ٹرک میں نعمانی ہی تھا۔ اگر ہم کود کر بھاگے نہ ہوتے تب بھی زندہ ہی رہتے۔!"

"چلو میں تمہیں ٹرک تک چھوڑ آؤں۔ مگر اپنی رسید سے ضرور مطلع کرنا۔!"

صفدر خاموش ہو گیا۔ عمران نے ایک بڑا سا پتھر تلاش کیا اور وہ دونوں اس پر بیٹھ گئے۔ عمران بیٹھتے ہی بولا۔ "اگر ہم ٹرک پر نہ بیٹھتے تو.... ان کا نشانہ کبھی خطا نہ کرتا۔ ہمیں بیٹھتے دیکھ کر وہ مطمئن ہو گئے تھے۔ لیکن اگر ہم ٹرک پر بیٹھنے کی بجائے کسی دوسری طرف نکل جانے کی کوشش کرتے تو.... انجام ظاہر تھا.... ہماری جانب اٹھے ہوئے ریوالوروں کی سرخ زبانیں مچلی نہ بیٹھتیں۔!"

"تو وہ سارجنٹ نعمانی نہیں تھا۔!"

"نہیں یار....!" عمران جھنجلا گیا۔ "اگر تمہیں نیند آ رہی ہو تو اس کا علاج بھی میرے پاس موجود ہے۔!"

"نہیں میں جاگ رہا ہوں۔!"

"میرا خیال ہے کہ انہوں نے اس وقت بڑی عقل مندی سے کام لیا ہے۔ اس طرح انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہاں صرف ہم ہی.... دو آدمی نہیں ہیں بلکہ کچھ اور بھی ہو سکتے ہیں جن کی رف سے ہمیں خط لکھا جا سکے۔!"

"پھر اب کیا ہو گا۔!"

"تم ایک بکری پال لو.... اور میں شادی کر ڈالوں۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ پھر یک بیک چونک کر بولا۔

"میں شائد قدموں کی آوازیں سن رہا ہوں۔!"

"نہیں تو....!" صفدر نے حیرت سے کہا۔ مگر پھر تھوڑی ہی دیر بعد اس نے بھی آوازیں نیں جو بہت دور سے آتی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔

"چلو....!" عمران اسے کھینچتا ہوا بولا اور دوسرے ہی لمحے میں وہ زمین پر چت پڑے ہوئے تھے۔

"یہاں سانپ بھی ہو سکتے ہیں۔!" صفدر نے آہستہ سے خوفزدہ آواز میں کہا۔

"یہ ستارے....!" عمران بولا۔ "کیا یہ آسمان سے چپکے ہوئے ہیں۔!"

"نہیں تو....!" صفدر نے کہا اور مضبوطی سے ہونٹ بند کر لئے پتہ نہیں وہ اپنی اس برجستہ 'نہیں تو' پر جھینپ گیا تھا۔ یا قریب ہوتی ہوئی آہٹوں کی بناء پر ایسا ہوا تھا وہ دونوں چپ چاپ پڑے رہے۔ تھوڑی ہی دیر بعد تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر انہیں تین آدمیوں کی پرچھائیاں نظر آئیں۔ عمران آہستہ آہستہ سینے کے بل رینگنے لگا۔ مگر صفدر سوچ رہا تھا ممکن ہے کہ یہ غیر متعلق لوگ ہوں ویسے اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ عمران کو کسی بات پر ٹوک سکتا۔

◆

صفدر بری طرح ہانپ رہا تھا۔ اس کے جسم پر کئی جگہ بڑی بڑی خراشیں آئی تھیں۔ جن سے خون رس رہا تھا۔ انہوں نے تقریباً آدھے گھنٹے میں اتنا راستہ طے کیا تھا اور اب رک گئے تھے۔ صفدر سوچ رہا تھا کہ اسے یہ رات ہمیشہ یاد رہے گی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ عمران ان پتھریلے اور ناہموار راستوں پر اتنی دیر تک سینے کے بل رینگتا رہے گا۔

ان کے چاروں طرف اونچی نیچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں اور ذرا ہی سی غلطی انہیں موت کے منہ میں دھکیل سکتی تھی۔ وہ تینوں آدمی یقینی طور پر رنگون والا ہی کے گروہ سے تعلق رکھتے

تھے۔ صفدر نے ان کی گفتگو سے یہی اندازہ لگایا تھا اور پھر انہیں ایک غار میں گھستے دیکھ کر عمران رک گیا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے صفدر سے پوچھا۔ ”تمہاری جیب خالی تو نہیں ہے۔!“

”ریوالور ہے میرے پاس....!“ صفدر نے جواب دیا۔

”میں سمجھا تھا شاید صبیحہ اور مسرت نذیر کی تصویریں بھی ہوں گی۔!“ عمران نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ ”خیر آؤ....!“

”کہاں۔!“

”وہیں جہاں وہ میرے بھائی گئے ہیں....!“

”ارے باپ رے....!“ صفدر کراہا۔

”میں ایسے مواقع پر اپنے باپ کو یاد کرنے کی حماقت نہیں کر سکتا۔“ اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ صفدر نے اسے غار میں داخل ہوتے دیکھا۔ طوعاً و کرہاً آگے بڑھا حالانکہ تھکن کی وجہ سے وہ بُری طرح نڈھال ہو رہا تھا۔

وہ چلتے رہے۔ یہ غار سرنگ کی سی بناوٹ رکھتا تھا۔ شاید دو منٹ بعد وہ پھر ایک کھلی جگہ پر کھڑے گہری گہری سانسیں لے رہے تھے اس سرنگ نما غار میں بڑی گھٹن تھی۔ اس سے نکلتے ہی کم از کم صفدر کو تو دسمبر کی سردی بھی خوشگوار معلوم ہوئی۔

”یہ ستارے کتنے حسین ہیں صفدر صاحب۔!“ عمران نے منہ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔

اور صفدر کو اس پر بے تحاشا غصہ آگیا۔ گویا انہیں ستاروں کی تلاش میں اتنی مشقت برداشت کی گئی تھی۔ اسے غصہ تو آیا مگر وہ خاموش ہی رہا۔

”یہ شاعر لوگ اپنی محبوباؤں کے لئے ستارے توڑ لانے کا وعدہ کرتے ہیں۔ مگر میں اپنی کسی محبوبہ کے لئے آج تک امرود بھی نہیں توڑ سکا۔!“

”وہ لوگ کہاں گئے۔!“ صفدر نے جھنجھلا کر کہا۔

”آہا.... وہ لوگ صفدر صاحب.... وہ لوگ ادھر سے بھی آ سکتے ہیں۔!“ عمران نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”اور پھر اس سرنگ نما غار میں گھسنے کی کیا ضرورت تھی۔ کتنی تھکن تھی وہاں۔ دو تین منٹ ہی میں پسینہ آگیا تھا۔!“

”تو کیا اب آپ انہیں تلاش نہیں کریں گے۔!“

”کہاں تلاش کروں....!“ عمران نے بے بسی سے کہا۔

”تو اتنی محنت یونہی برباد ہوئی۔!“

”محنت کبھی برباد نہیں ہوتی۔ جتنی محنت کرو جسم میں اتنی ہی طاقت آتی ہے۔!“

”طاقت حاصل کرنے کے لئے ہم گھر پر ہی ورزش کر سکتے تھے۔ عمران صاحب۔!“ صفدر نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

”کتنی خوش گوار رات ہے۔!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”مجھے اس وقت ایک شعر یاد آنے کی کوشش کر رہا ہے۔

رات کا منظر سہانا ہے بہت
نیک مائی نیک بابا دے خدا کے نام پر

”دوسرا مصرعہ بڑھ گیا ہے۔!“ صفدر ہنستا ہوا بولا۔

”تم نے کھینچ کر سنا ہو گا.... مصرعہ بڑھ نہیں سکتا۔!“ اور پھر صفدر اس طرح اس کی تفریحی باتوں میں الجھ کر رہ گیا کہ نہ تو سردی کا احساس باقی رہا اور نہ یہی یاد رہ گیا کہ وہ یہاں کیوں آئے تھے۔ پھر یک بیک اسے ہوش آگیا اور وہ سنجیدگی اختیار کر کے بڑبڑایا۔ ”لاحول ولا قوۃ.... کیا مصیبت ہے۔!“

”لاحول ولا قوۃ.... مصیبت نہیں ہے۔ بلکہ اس سے شیطان بھاگتا ہے۔!“ عمران نے اس انداز میں کہا جیسے کسی ناسمجھ بچے کو سمجھا رہا ہو۔

”آپ دوسروں کو بھی پاگل بنا دیتے ہیں۔!“ صفدر جھلا گیا۔

”دوسروں کو نہیں تو کیا خود کو پاگل بناؤں گا۔!“ عمران نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔

”کنفیوشش نے کہا تھا کہ جب آدمی پاگل ہو کر کتوں کو کاٹنے دوڑے تو فوراً ہی اس کی شادی کرا دینی چاہئے۔!“

”کیا بات ہوئی....!“

”پتہ نہیں کنفیوشس نے کہا ہے تو کوئی نہ کوئی بات ضرور ہو گی۔!“

”پھر الجھا رہے ہیں آپ.... آخر یہاں سردی میں اس طرح کھڑے رہنے کا کیا مطلب ہے۔!“

”مطلب یہی ہے کہ ہم ٹانگیں رکھتے ہیں۔ اگر ٹانگیں نہ ہوتی تو ہم کیسے کھڑے رہ سکتے۔ لہٰذا

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔!"

"خدا سمجھے۔!"

"ہاں خدا سب کچھ سمجھتا ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اب خاموش رہو..... آہا..... نہیں..... اوپر چلو.....!"

وہ صفدر کا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگا۔

غار کے دہانے کے اوپر تھوڑی سی چڑھائی تھی..... وہ دونوں جدوجہد کے بغیر ہی اوپر پہنچ گئے۔

"تم اس طرف ٹھہرو..... اور میں ادھر جاتا ہوں۔!" عمران نے غار کے دوسرے دہانے کی طرف اشارہ کیا۔

"مقصد کیا ہے۔!"

"بنسری بجا کر ہاتھی پکڑیں گے۔!"

صفدر وہیں بیٹھ گیا..... اور عمران دوسرے سرے کی طرف بڑھ گیا۔ صفدر بہت شدت سے بور ہو رہا تھا تقریباً پندرہ منٹ بعد اس کا دل چاہنے لگا کہ ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر عمران کے سر پر دے مارے۔

دفعتاً عمران ہی اس کے سر پر پہنچ گیا وہ جھکا ہوا آیا تھا..... جیسے دیکھ لئے جانے کا خدشہ رہا ہو۔

"کیا وہ دونوں اُدھر ہی سے گزر کر گئے ہیں۔!" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"کون.....!" صفدر نے حیرت سے کہا۔

"دو آدمی۔!"

"نہیں تو..... ادھر سے تو کوئی بھی نہیں گزرا.....!"

"وہ دیکھو.....!" عمران نے مخالف سمت میں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

دور دھندلی پرچھائیاں نظر آ رہی تھیں۔ عمران نے صفدر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "وہ اسی غار سے نکل کر گئے ہیں۔ لیکن تمہارا بیان ہے کہ وہ تمہاری طرف سے نہیں گزرے۔!"

"ہرگز نہیں..... میں برابر ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔!"

"اب یہاں ٹھہرنے کا مقصد تو نہیں پوچھو گے۔!"

"اوہ یہ تو اتنی دیر تک غار ہی میں رہے تھے۔!"

"نہیں غار میں قدم رکھتے ہی کچھ فرشتے انہیں آسمان پر اٹھا لے گئے تھے۔!"

"مگر ہم تو تین آدمیوں کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں آئے تھے۔!"

"ایک آسمان ہی پر روک لیا گیا۔ دو پھر واپس بھیج دیئے گئے۔ آؤ.....!"

عمران پھر نیچے اترنے لگا۔ صفدر سوچ میں ڈوبا ہوا اس کا ساتھ دے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے خود کو پھر اسی سرنگ نما غار میں پایا۔ اب عمران نے ٹارچ بھی روشن کر لی تھی۔ غار قدرتی ہی تھا۔ ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ انسانی کاریگری کا رہین منت ہو۔ ویسے وہ بالکل سرنگ سے مشابہ تھا بائیں جانب ایک جگہ ایک پتلی سی دراڑ نظر آئی..... یہ ایسی ہی تھی کہ اس میں سے بمشکل تمام گزر سکتا تھا۔ عمران نے اس کے اندر روشنی ڈالی..... اس کا سلسلہ زیادہ دور تک نہیں تھا۔ شاید دس گز کے فاصلے پر راستہ مسدود ہو گیا تھا۔ مگر عمران پھر بھی اس میں گھس ہی گیا۔ صفدر جہاں تھا وہیں رہا۔ اب وہ بہت زیادہ اکتا گیا تھا۔ عمران کے دراڑ میں داخل ہو جانے کے بعد یہاں پھر اندھیرا ہو گیا تھا۔ اس لئے صفدر نے اپنی ٹارچ بھی نکال لی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ ہکا بکا رہ گیا کیونکہ دراڑ آہستہ آہستہ کشادہ ہوتی جا رہی تھی اور عمران اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر موجود تھا۔ اس کی پشت صفدر کی طرف تھی..... اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی چیز پر قوت صرف کر رہا ہو۔ دفعتاً وہ صفدر کی طرف مڑا جس کی ٹارچ روشنی میں اس کی آنکھیں چندھیا رہی تھیں۔ عمران نے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ لیکن اگر آگے بڑھتے وقت وہ اپنی آنکھیں کھلی نہ رکھتا تو اس کی ہڈیاں سرمہ ہو گئی ہوتیں۔ کشادہ ہوتے ہی نیچے بھی ایک کافی وسیع خلا پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے خلا میں روشنی ڈالی اور وہ سیڑھیاں ہی تھیں جنہیں دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ادھر آنے کی ضرورت نہیں۔!" عمران آہستہ سے بولا۔

"بس نیچے اتر چلو.....!"

صفدر نے جیسے ہی زینے پر قدم رکھا۔ عمران بھی ایک ہی جست میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ وہ زینے طے کرنے لگے۔ لیکن زینے ہلتے ہوئے معلوم ہو رہے تھے اور وہ پتھر کے بھی نہیں تھے شاید کسی دھات سے بنائے گئے تھے اور ان کے نیچے اسپرنگ تھے۔

پھر جیسے ہی انہوں نے آخری زینہ چھوڑا ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ اوپری خلا غائب ہو گئی اس کی بجائے انہیں ایک مسطح چھت نظر آئی۔

"بڑا شاندار میکنزم ہے۔!" عمران آہستہ سے بولا اور صفدر بدقت سن سکا۔ کیونکہ وہاں کچھ اس

قسم کی مسلسل آواز گونج رہی تھی جیسے ڈائنیمو چل رہا ہو۔

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھے۔ صفدر نے ریوالور نکال لیا تھا.... اور پھر وہ وہاں جا پہنچے جہاں سے یہ آواز آرہی تھی۔ انہوں نے دروازے سے جھانک کر دیکھا.... اور ایک بہت زیادہ قوت والا باب وہاں روشن تھا۔ انہیں صرف تین آدمی نظر آئے۔ دو مشینوں پر کام کر رہے تھے اور تیسرا دور کھڑا انہیں تشویش آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

یہ تیسرا آدمی رنگون والا کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

دفعتاً عمران نے دروازے سے چھلانگ لگائی اور رنگون والا کے قریب پہنچ گیا۔ رنگون والا بوکھلا کر پیچھے ہٹا اور عمران جھک کر سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "صدر صاحب.... آپ کا گدھا حاضر ہے۔!"

رنگون والا ہکا بکا رہ گیا۔ کبھی وہ عمران کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی صفدر کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کی طرف۔

"گدھے ٹرک پر سفر نہیں کیا کرتے۔ البتہ اگر مضبوط ہوں تو ٹرک میں جوتے ضرور جاسکتے۔!" عمران نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

"تم کون ہو....!" رنگون والا نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ اب وہ اپنی حیرت پر قابو پاچکا تھا۔

"میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔!" عمران نے جواب دیا اور صفدر کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "لیکن یہ بہت خطرناک آدمی ہے۔!"

دفعتاً صفدر نے بقیہ دو آدمیوں کو للکارا.... "خبردار! اپنے ہاتھ اوپر اٹھادو....!"

"دیکھا تم نے۔!" عمران مسکرا کر بولا۔ "کیسا بلبل کی طرح دہاڑتا ہے۔!"

بلبل کی طرح دہاڑنے پر صفدر کو ہنسی آگئی.... اور عمران غرایا "نہیں.... اسی طرح گرجتے برستے رہو۔ ورنہ یہ لوگ سمجھ جائیں گے کہ تمہارا ریوالور نقلی.... ارر.... ہپ....!" اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ بند کر لیا۔ جیسے کوئی بات منہ سے نکلنے والی رہی ہو۔

شاید ان دونوں آدمیوں نے لفظ نقلی سن لیا تھا۔ کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں ان کے ہاتھ جیبوں کی طرف گئے۔ مگر صفدر کے ریوالور سے ٹھیک اسی وقت یکے بعد دیگرے دو شعلے نکلے اور دونوں اچھل کر دور جا پڑے۔

رنگون والا بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ لیکن اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نہیں تھے۔ وہ اس وقت ایک انتہائی سرد مزاج آدمی معلوم ہو رہا تھا۔

"آہا تو یہ ریوالور نقلی نہیں تھا۔!" عمران مسکرا کر بولا۔ "میں سمجھا تھا شاید تم بھی میری ہی طرح نقلی ریوالور لئے پھرتے ہو۔!"

"میں دراصل بہت احمق آدمی ہوں مسٹر رنگون والا اس لئے تمہاری انجمن کا ممبر بننا چاہتا ہوں۔ اب دیکھو یہ بے وقوفی نہیں تو اور کیا تھی۔ اچھے خاصے اصلی ریوالور کو نقلی کہہ کر تمہارے دو آدمیوں کا صفایا کرا دیا.... نہ وہ ریوالور نکالنے کے لئے ہاتھ جیبوں کی طرف لے جاتے اور نہ یہ فائر کرتا۔ میرا دعویٰ ہے کہ تمہاری انجمن میں میری ٹکر کا ایک بھی احمق نہیں نکلے گا اور اگر نکل آئے تو نکل آنے دو.... کیا سمجھے۔!"

"ہاں.... آں....!" رنگون والا کسی سانپ کی طرح پھنکارا۔ "میں عمران کو اچھی طرح جانتا ہوں۔!"

"جانتے ہو نا.... ہاہا.... میں پہلے ہی جانتا تھا۔!" عمران نے مسرت کا اظہار کیا اور پھر صفدر سے بولا۔ "مسٹر رنگون والا کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دو۔!"

رنگون والا نے چپ چاپ اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔ صفدر نے ریوالور جیب میں رکھ کر ہتھکڑیاں نکالیں۔ دو آدمیوں کو تو وہ ٹھنڈا کر ہی چکا تھا۔ لہٰذا وہ صرف رنگون والا کے لئے اتنا محتاط نہیں ہو سکتا تھا کہ عمران کے ہاتھ میں ریوالور دے کر اس کے ہتھکڑیاں لگاتا۔ اسے اطمینان تھا کہ وہ دو ہیں اور رنگون والا تنہا ہے۔ اس نے جدوجہد کرنے کی کوشش کی تو اسے اچھا خاصا سبق دیا جاسکے گا۔!"

مشین پہلے ہی کی طرح اب بھی چل رہی تھی۔ اس کے بڑے بڑے پہیے بہت تیزی سے گردش کر رہے تھے۔

جیسے ہی صفدر نے اس کی کلائیوں پر ہتھکڑیاں رکھیں رنگون والا نے اس کے پیٹ پر اس زور سے گھٹنا مارا کہ وہ چیخ کر دوسری طرف الٹ گیا اور رنگون والا اسے پھلانگتا ہوا عمران پر جا پڑا۔ عمران پر کہنا غلط ہوگا کیونکہ عمران تو الگ کھڑا تھا اور رنگون والا منہ کے بل فرش پر گرا تھا۔ اب اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن معلوم ہو رہا تھا جیسے اب اس میں اٹھنے کی بھی سکت نہ رہ گئی ہو۔

عمران خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ لیکن صفدر دانت پیستا ہوا اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

یک بیک رنگون والا اٹھ کر بھاگا اور یہ حقیقت ہے کہ اس وقت عمران بھی بوکھلا گیا وہ سمجھا تھا شاید اسے کوئی اندرونی چوٹ آئی ہے۔ وہ دونوں بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑے۔ لیکن شاید اب اسے پاجانا آسان نہیں تھا۔ وہ تہہ خانے سے باہر آگئے سرنگ نما غار میں بھی اس سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی اور اب پھر ان کے سروں پر کھلا ہوا آسمان تھا۔ اندھیری رات سائیں سائیں کر رہی تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ آس پاس تلاش کرتے رہے۔ مگر پتہ نہیں اسے زمین نگل گئی تھی یا آسمان کھا گیا تھا۔

وہ پھر سرنگ نما غار کی طرف واپس آئے۔ مگر ٹھیک اسی وقت انہوں نے بہت سے قدموں کی آوازیں سنیں۔ جو چاروں طرف سے آتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔

"چلو جلدی کرو۔!" عمران نے کہا اور سینے کے بل لیٹ گیا وہ دونوں ایک بار پھر کیڑوں کی طرح رینگنے لگے۔ دفعتاً کسی نے چیخ کر کہا۔ "وہ دیکھو ادھر.... " اور ساتھ ہی ان دونوں پر کئی ٹارچوں کی روشنیاں پڑیں۔ عمران نے بڑی پھرتی سے ایک گڑھے میں چھلانگ لگادی اور پھر صفدر اس پر گر پڑا۔ کئی گولیاں سنسناتی ہوئی سروں پر سے گزر گئیں۔ صفدر نے بھی یونہی اوٹ پٹانگ طور پر ایک فائر جھونک دیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو....!" عمران بڑبڑایا۔ "تمہارے پاس کتنے راؤنڈ ہیں۔!"

"صرف.... جو چیمبر میں ہیں۔!"

"لاؤ ادھر دو فضول برباد نہ کرو۔!" عمران نے ریوالور اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ شائد زندگی میں پہلی باز عمران کسی ایسے چکر میں پڑا تھا۔ پرانی عادت کے مطابق اس کی جیب بالکل خالی تھی۔ یعنی آج بھی وہ ہوٹل سے چلتے وقت اپنا ریوالور رکھنا بھول گیا تھا اور اس میں بھی صرف تین کارتوس تھے۔ وہ یقیناً ایک یادگار رات تھی جب عمران سچ مچ خود کو پاگل تصور کرنے لگا تھا۔ مجرم شکاری کتوں کی طرح ان کا تعاقب کر رہے تھے اور وہ کئی چٹانوں میں چھپتے چھپاتے اور کبھی دھوئیں سے گھبرائی ہوئی شہد کی مکھیوں کی طرح کھلے میں نکل آتے۔ مگر شاید ان کی قضا ابھی دور تھی۔ کیونکہ ابھی تک تو یہی ثابت ہو رہا تھا گولیاں برس رہی تھیں مگر وہ محفوظ تھے۔

اسی بھاگ دوڑ میں صبح ہو گئی اور اجالا پھیلنے لگا۔ صفدر نے سوچا اب شامت آگئی اب اس ویرانے میں ان کا مار لیا جانا لازمی ہے۔ اچانک انہیں ایک بہت گہری کھائی سی نظر آئی اور وہ ڈھلان میں دوڑتے چلے گئے۔ اس وقت وہ شکاری کتے ان کی نظروں میں نہیں تھے۔ غالباً وہ ادھر اُدھر بھٹک رہے تھے۔ لیکن وہ دونوں ان کی آوازیں صاف سن رہے تھے جو کبھی دور ہو جاتی تھیں اور کبھی قریب سے آنے لگتی تھیں۔ اب وہ لوگ فائر نہیں کر رہے تھے۔ شاید اب ان کے کارتوس بھی ختم ہو چکے تھے یہ اور بات ہے کہ عمران یا صفدر کو اس پر یقین نہ آیا ہو۔ صفدر سوچ رہا تھا ممکن ہے اجالا پھیل جانے کی وجہ سے انہوں نے اپنے ہاتھ روک لئے ہوں۔

تھوڑی ہی دیر بعد انہیں معلوم ہو گیا کہ یہاں پناہ نہ مل سکے گی۔ تعاقب کرنے والوں نے انہیں دیکھ لیا تھا اور وہ کھائی کو چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔

دفعتاً انہوں نے ایک قہقہہ سنا.... اوپر ایک دیو قامت آدمی ہنس رہا تھا۔

"اوہ.... یہ وہی ہے عمران صاحب۔!" صفدر نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔ "وہی جو حیرت انگیز طاقت کا مالک ہے۔!" ادھر اس دیو قامت آدمی نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "نیچے مت جاؤ.... میں ان کی چٹنی بنائے دیتا ہوں۔!"

صفدر تو سچ مچ لرز گیا کیونکہ وہ ایک بہت بڑی چٹان اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر دوسرے ہی لمحہ میں وہ چٹان لڑھکتی ہوئی اُن کی طرف آرہی تھی۔ بمشکل تمام وہ خود کو بچا سکے۔ صفدر تو چھلانگ لگاتے وقت گر ہی پڑا۔

"اوہ....!" عمران آہستہ سے غرایا۔ "اب دیکھو میں ان کی کیا درگت بناتا ہوں.... اب اندھیرا نہیں ہے۔ شاید انہیں یہ نہیں معلوم کہ میں نے تین گولیاں بہت احتیاط سے رکھ چھوڑی ہیں۔!"

"اچانک صفدر کو ایسا محسوس ہوا جیسے عمران کسی غضب ناک بھیڑیے کی طرح پھول گیا ہو۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اوپر دیو قامت آدمی دوسری چٹان سنبھال رہا تھا۔ لیکن اس بار وہ خود بھی چٹان کے ساتھ ہی نیچے چلا آیا۔ کیونکہ عمران کی گولی اس کی پیشانی پر پڑی تھی۔

کتنی بھیانک چیخ تھی.... اور پھر اس چٹان کے نیچے اس کی ہڈیاں کڑکڑا کر رہ گئیں۔

اسکے بعد صفدر کو تو یہی محسوس ہوا جیسے عمران سچ مچ پاگل ہو گیا ہو۔ وہ چڑھائی پر دوڑا جا رہا تھا۔

اس پر پتھروں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ لیکن وہ کسی بندر کی طرح خود کو ان سے بچاتا جا رہا تھا۔

اس دوران میں اس نے ریوالور کے بقیہ دو چیمبر بھی خالی کر دیئے دو اور گرے مگر اب بھی ان کی تعداد ان سے چھ گنی تھی۔ یعنی وہ بارہ تھے۔

عمران کے اوپر پہنچتے ہی انہوں نے یلغار کر دی۔ اب صفدر بھی اوپر کی طرف بھاگ رہا تھا۔

وہاں پہنچ کر اسے تدبیر سوجھ گئی اور اس نے پتھر کے ٹکڑے اٹھا اٹھا کر ان کی کھوپڑی پر نشانہ بازی کی مشق شروع کردی۔

اس طرح اس یلغار کا تو خاتمہ ہو گیا۔ لیکن چار آدمی صفدر پر بھی جھپٹ پڑے۔ اب وہ دونوں الگ الگ ان سے نپٹ رہے تھے۔ عمران پر متواتر حملے کرنے والوں میں رنگون والا بھی تھا۔

لیکن خالی ہاتھ نہیں تھا۔ اس کا خنجر اب تک کئی بار عمران پر اٹھ چکا تھا۔ لیکن یہ اور بات ہے کہ اس کے تیلے سے خود اسی کے دو آدمی ہلاک ہو چکے ہوں۔

جب تیسرے پر اس کا خنجر آپڑا تو اس کے آدمی اپنی کھوپڑیاں قابو میں نہ رکھ سکے۔

“اندھے ہو گئے ہو تم....!” ایک نے دہاڑ کر کہا۔

“اس کا باپ بھی اندھا تھا....!” عمران نے قہقہہ لگایا۔ “تم لوگوں کو یہ کتے کے پلوں سے زیادہ نہیں سمجھتا!”

رنگون والا نے پھر غصے سے بپھر کر عمران پر حملہ کیا اور اس کے ایک آدمی کی چیخ دور تک سناٹے میں لہراتی چلی گئی۔ پھر یک بیک اس کے آدمی اسی پر الٹ پڑے۔

“ارے تم بھی آؤ....!” عمران نے دونوں ہاتھ ہلا کر صفدر پر حملہ کرنے والوں کو مخاطب کیا۔ “یہ رنگون والا پاگل ہو گیا ہے۔!”

“وہ ادھر پلٹے.... اور انہوں نے بھی اسے خود اپنے ہی ساتھیوں پر خنجر سے حملہ کرتے دیکھا۔ اب ایک اور آدمی بھی اس کی دیوانگی کا شکار ہو چکا تھا۔

وہ لوگ صفدر کو چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور صفدر چپ چاپ کھسک کر عمران کے پاس پہنچ گیا۔ وہ چاروں الگ کھڑے تھے لیکن جیسے ہی رنگون والا نے پانچویں پر ہاتھ صاف کیا وہ بھی بے قابو ہو گئے اور عمران نے کہا۔ “واقعی تم بڑے کمینے ہو رنگون والا.... یہ لوگ تمہارے لئے خون اور پسینہ ایک کرتے رہے ہیں۔!”

رنگون والا کے منہ سے گالیوں کا طوفان امڈ پڑا۔ شاید اس میں اتنی سکت نہیں رہ گئی تھی کہ وہ دیر تک باقی بچے ہوئے سات آدمیوں کا مقابلہ کر سکتا۔ دفعتاً وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ ساتوں آدمی اس کے پیچھے دوڑنے لگے۔ عمران اور صفدر ان ساتوں کے پیچھے تھے۔

“یہ کیا ہو گیا....؟” صفدر بولا۔

“ایک نفسیاتی لمحہ.... ایسی تفریح روز روز میسر نہیں آتی۔ ذرا تیزی سے دوڑو۔!”

“کہیں وہ اسے مار نہ ڈالیں....!”

“میں انہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ مگر وہ کم بخت کتنی تیزی سے دوڑ رہا ہے۔!”

پھر انہوں نے اسے سرنگ نما غار میں گھستے دیکھا۔ لیکن ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے تعاقب کرنے والوں کو پلٹتے دیکھا وہ اس طرح بھاگ نکلے تھے جیسے ملک الموت نے ان کا تعاقب شروع کر دیا ہو۔ ساتھ ہی وہ چیخ بھی رہے تھے....! “بھاگو.... بھاگو....!”

“یہ کیا معاملہ ہے....” عمران رک گیا۔ پھر اس نے بھی انہیں کی طرح اپنی قوت سے دوڑنا شروع کر دیا۔ صفدر پھر بوکھلا گیا۔ اس کے علاوہ چارہ ہی کیا تھا کہ وہ بھی وہی کرتا جو عمران کر رہا تھا۔

“یہ کیا پاگل پن ہو رہا ہے.... صفدر نے دوڑتے ہوئے کہا!”

“دیکھو.... وہ لوگ رکنے کا نام ہی نہیں لیتے.... حالانکہ غار بہت پیچھے رہ گیا ہے۔!”

دفعتاً صفدر منہ کے بل گر پڑا.... اور عمران بھی گرتے گرتے بچا.... وہ دھماکہ ہی ایسا زبردست تھا کہ زمین کانپ گئی تھی۔ بڑی بڑی چٹانیں کاغذ کی دھجیوں کی طرح فضا میں اڑ گئی تھیں۔ انہیں ان اڑتے ہوئے پتھروں سے بچنے کے لئے پھر دوڑنا پڑا۔

پھر وہ ایک اونچی چٹان پر جا چڑھے.... صفدر ہانپ رہا تھا۔ انہوں نے ایک جگہ دھوئیں کے کثیف بادل مسلط دیکھے وہ سرنگ نما ہی ہو سکتی تھی۔

“اڑا دیا.... سب برباد کر دیا....” صفدر ہانپتا ہوا بولا۔!

“ہاں ان کے اس طرح بھاگتے ہی مجھے شبہ ہوا تھا کہ ممکن ہے وہاں انہوں نے پہلے ہی سے ڈائنامائیٹ لگا رکھا ہو۔!”

“مگر.... وہ سب تھا کیا....!” صفدر نے پوچھا۔

عمران نے کوئی جواب نہ دیا وہ بہت زیادہ فکر مند نظر آنے لگا تھا۔

✿

تین دن تک گرفتاریوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اور خود سیکرٹ سروس کے ممبروں کو بھی اصل واقعہ کا علم نہ ہو سکا۔ دار الحمق کے سارے ممبر چن چن کر گرفتار کیے گئے۔ مسز نعمانی ایکس ٹو کے حکم سے آزاد کر دی گئی۔ لیکن پھر پولیس نے اسے گرفتار کر لیا۔ مسز گوہن جو کیپٹن خاور کی

نگرانی میں تھی پہلے ہی پولیس کے سپرد کی جاچکی تھی۔

چوتھے دن سیکرٹ سروس کے ممبر دانش منزل میں ایکس ٹو کی تقریر کے منتظر تھے۔ ٹرانسمیٹر سے ایک ہلکا لاؤڈ اسپیکر منسلک کردیا گیا تھا۔ ٹھیک دس بجے ایکس ٹو کی آواز آئی۔ جو کہہ رہا تھا۔ "عمران کا ابھی تک پتہ نہیں چل سکا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس نے تنہا یہ کارنامہ انجام دے ڈالا۔ میں صفدر اور سارجنٹ نعمانی سے بھی بے حد خوش ہوں۔ انہوں نے بڑی چالاکی سے اس گروہ کی سراغ رسی کی ہے۔ میں اپنے سارے ماتحتوں سے ایسی ہی کارگزاریوں کی توقع رکھتا ہوں۔!"

پھر اس نے آئیل فیلڈ کے واقعات دہرانے شروع کئے۔ صفدر ایک ایک بات پر سر ہلاتا جارہا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر ایکس ٹو پھر بولا۔ "رنگون والا کو اچھی طرح علم ہو گیا تھا کہ عمران اس کے چکر میں ہے۔ لیکن وہ مطمئن تھا کہ وہ اس کے خلاف ثبوت مہیا نہ کرسکے گا۔ لہٰذا وہ نہایت اطمینان سے کام کرتا رہا۔ اگر اسے یہ معلوم ہو جاتا کہ کسی دن یہاں کے آئیل اسٹیشن پر تیل کی پوری مقدار پہنچ گئی ہے تو اس کا اطمینان رخصت ہو جاتا۔ میں نے کوشش کی تھی کہ یہ راز کسی پر نہ ظاہر ہونے پائے۔ عموماً یہی مشہور کیا جاتا رہا کہ تیل کی پوری مقدار کسی دن بھی یہاں نہیں پہنچی۔ پھر میں نے انتظام کیا کہ یہاں کے آئیل اسٹیشن کے کچھ ذمہ دار آفیسر گرفتار کرلئے جائیں۔ ان گرفتاریوں نے اسے اور بھی اطمینان دلا دیا۔ پائپ لائن کی مرمت محض ایک ڈھونگ تھا۔ وہ ایک بار کھدائی کر کے یہ مشہور کردیتے کہ پائپ لائن میں شگاف پڑ گیا تھا۔ اب اس کی مرمت کردی گئی ہے پھر شائد کچھ دنوں تک پوری مقدار میں تیل آتا رہتا اور ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد پھر کمی شروع ہو جاتی۔ قصہ دراصل یہ تھا کہ انہوں نے پائپ لائن سے ایک کنکشن اور لگا رکھا تھا۔ اس کے ذریعہ تیل دوسرے طرف لے جا کر ضائع کردیا جاتا تھا۔ اس کنکشن کو کنٹرول کرنے کے لئے انہوں نے ایک غار میں مشینیں لگائی تھیں۔ مقصد صرف یہ تھا کہ ہم اپنے ایک دوست ملک کو تیل نہ دے سکیں۔ جس جگہ انہوں نے کھدائی کا ارادہ کیا تھا دراصل وہیں انہوں نے کنکشن لگا رکھا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وقتی طور پر انہوں نے وہاں سے کنکشن ہٹا دینے کا ارادہ کیا ہو۔ لیکن اگر ان کا یہی ارادہ تھا تو ہمیں یہی سمجھنا چاہئے کہ رنگون والا کو علم ہو گیا تھا کہ کسی دن تیل کی پوری مقدار بھی پہنچ گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں پوری ہی پائپ لائن کی کھدائی کا مسئلہ درپیش ہو جاتا۔ بہرحال یہ قصہ ہی ختم ہو گیا۔

فیلڈ انجینئر بھی ان غیر ملکی ایجنٹوں سے ملا ہوا تھا۔ اسے گرفتار کرلیا گیا ہے۔ مگر رنگون والا کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ اس نے اس زمین دوز کارخانے کو ڈائنامائیٹ سے اڑا دیا۔ میرے خیال سے تو اس کی ذہنی حالت ان آخری لمحات میں ایسی نہیں رہ گئی تھی کہ اسے اپنی حفاظت کا ہوش ہوتا۔ اسے وہاں سے نکلنے کی مہلت ہی نہ مل سکی ہوگی۔... اور پھر وہ ڈائنامائیٹ اتنا طاقتور تھا کہ اس نے تقریباً چار فرلانگ کے رقبے میں تباہی پھیلائی ہے۔!"

کچھ دیر کے لئے خاموشی چھاگئی۔ پھر ایکس ٹو کی بھرائی ہوئی آواز دوبارہ آئی۔

"اب احمقوں کی انجمن کا حال سنو! یہ کئی بڑے حکام کی سرپرستی میں چل رہی تھی۔ لیکن ان بے چاروں کو اس کے مقصد کا علم نہیں تھا۔ وہ تو اسے رنگون والا کی جدت طبع سمجھے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ نئے ڈھنگ کی تفریح ہے۔ جس کا مقصد بے فکری کے ساتھ وقت گزارنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ رنگون والا ویسے بھی انہیں ہر طرح سے خوش کرتا رہتا تھا۔ وہ کچھ بھی سمجھتے رہے ہوں لیکن حقیقتاً یہ انجمن صرف ان عورتوں کے لئے بنائی گئی تھی جو اہم ترین سرکاری دفاتر میں کام کرتی ہوں۔ وہ انہیں انجمن تک پہنچانے کے لئے طرح طرح کے دلچسپ اور ہنسانے والے طریقے اختیار کر کے مثال کے طور.... پر....!"

مثال کے طور پر اس نے بتایا کہ روشی اور مسز نعمانی کس طرح دارالحمق تک پہنچی تھیں۔ اس نے ان دونوں کے نام نہیں ظاہر کئے۔ بلکہ دو عورتوں کی داستانیں بیان کیں۔ پھر بولا۔ "عورتیں عموماً ہنسنے ہنسانے پر جان دیتی ہیں اور احمقوں سے تو بڑی دلچسپی ہوتی ہے۔ بشرطیکہ وہ ان کے شوہر نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ انجمن کے ممبر عورتوں کی تعداد بڑھانے میں حیرت انگیز طور پر کامیاب ہوئے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ ان کے ذریعے حکومت کے راز معلوم کئے جائیں۔ خصوصیت سے محکمہ خارجہ کی عورتوں پر زیادہ دھیان دیا گیا تھا اور ان کی تعداد نسبتاً زیادہ تھی۔ مگر یہی احمقوں کی انجمن ان کے لئے موت کا پیغام بن گئی۔ عمران جیسے احمق کو وہ پہلے ہی سے کھٹک رہی تھی۔ پھر جب اس کی ایک دوست بھی انجمن کی طرف متوجہ کی گئی تو اس نے باقاعدہ طور پر ان کے خلاف تحقیقات شروع کردیں۔ ویسے رنگون والا پر تو میری نظر بہت پہلے سے تھی۔ میں نے عمران کو آئیل فیلڈ میں تحقیقات کے لئے تنہا بھیجا تھا۔ خیال یہ تھا کہ یہ معاملات جلدی اور آسانی سے نہ طے ہوں گے۔ لہٰذا عمران کی رپورٹ ملنے کے بعد میں تم لوگوں کو بھی یہاں سے بھیجوں گا۔ مگر

غیر متوقع طور پر حالات کچھ سے کچھ ہو گئے۔ عمران اور صفدر کو تنہا مقابلہ کرنا پڑا.... انہیں اتنی مہلت بھی نہ مل سکی کہ نعمانی ہی کو اپنی مدد کے لئے بلا سکتے۔ عمران غائب ہو گیا ہے۔ پتہ نہیں اب وہ کس چکر میں ہے۔ اگر تم میں سے کسی کو کہیں دکھائی دے تو مجھے فوراً مطلع کرنا۔!"

◆

عمران نے ٹرانس میٹر بند کر دیا۔ اس نے روشی کے نئے فلیٹ سے اپنے ماتحتوں کو مخاطب کیا تھا۔

"تو یہ قصہ تھا۔!" روشی نے طویل سانس لے کر کہا۔

"ہاں.... اور اب مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے....!" عمران جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

"مگر کلب میں بہتیری ایسی عورتیں بھی تھیں جن کا تعلق کسی سرکاری محکمے سے نہیں تھا۔!" روشی نے کہا۔

"ہاں.... وہ یا تو باقاعدہ طور پر رنگون والا کے لئے کام کرتی تھیں یا پھر وہ انجمن کے اصل مقصد سے واقف ہی نہیں تھیں۔ کام کرنے والیوں میں مثال کے طور پر مسز گوہن پیش کی جا سکتی ہے۔!"

"لیکن تم نے یہ کیوں کہا ہے کہ عمران غائب ہو گیا۔!"

"بس یونہی.... تھوڑی سی تفریح کے لئے۔ جولیانا فٹز واٹر مجھے تلاش کرنے کے لئے زمین و آسمان ایک کر دے گی۔!"

"تو تم آج کل اس کے چکر میں ہو۔!" روشی غصیلے لہجے میں بولی۔

"ہاں میرے ایک خالو عرصہ سے کنوارے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان سے اس کی شادی کرا دوں تاکہ وہ میری خالہ ہو جائے.... مگر وہ سمجھتی ہے کہ تم میری خالہ ہو۔!"

روشی میز سے رول اٹھا کر اس کی طرف جھپٹی اور عمران "ٹاٹا" کہتا ہوا فلیٹ سے باہر نکل گیا۔

(ختم شد)